عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

جلد:۴۲ | یکم تا ۹ رجب المرجب ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ جنوری ۲۰۲۳ء | شمارہ:۴

ماہِ رجب فضیلت اور تاریخی واقعات

مسئلہ ختمِ نبوت

عالمی اداروں کی دلچسپی

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

”طلاق دے دوں گا“ کا حکم

س:...... میں نے اس تحریر کا حکم معلوم کرنا ہے جو اپنی بیوی کو لکھی: ”میں یہ کرنا تو نہیں چاہتا تھا، لیکن آپ کی مالکن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جانتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دے دوں گا، طلاق دے دوں گا۔“ کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ جواب دے کر شکرگزار فرمائیں۔

ج:...... صورتِ مسئولہ میں اگر سائل نے سوال نامہ میں موجود تحریر کے علاوہ زبانی یا تحریری طور پر کبھی اپنی بیوی کو کوئی طلاق نہیں دی تو اس مذکورہ تحریر سے اس کی بیوی پر کوئی بھی طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ اس تحریر میں: ”طلاق دے دوں گا، طلاق دے دوں گا“ کے جملے لکھے ہیں۔ ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اولادِ نرینہ کی موجودگی میں بہن بھائی وراثت کے حقدار نہیں

س:...... میرے نام پر ایک فلیٹ ہے، میرے شوہر حیات ہیں اور دو بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ میری ملکیت شرعی طور پر کس طرح تقسیم ہوگی؟ میری دو بہنیں اور ایک بھائی بھی حیات ہے۔ تمام بہن بھائی صاحبِ جائیداد ہیں۔

ج:...... واضح رہے کہ زندگی ہی میں اپنی جائیداد کو تقسیم کرنا ورثے کی تقسیم نہیں، کیونکہ ورثہ انتقال کے بعد تقسیم ہوتا ہے اور اس کے حصے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ہی ورثا کے درمیان تقسیم فرمادیے ہیں، زندگی میں اپنی جائیداد کو تقسیم کرکے دینا ہبہ کہلاتا ہے اور اس پر ہبہ کے احکام لاگو ہوتے ہیں۔ لہٰذا اپنی اولاد کو ہبہ کرتے ہوئے شرعاً افضل یہ ہے کہ تمام اولاد کو برابر دیا جائے، خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں۔ بغیر کسی عذر کے کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دینا مکروہ ہے، ہاں! اگر کوئی بہت زیادہ محتاج ہو یا کوئی زیادہ خدمت گزار ہو تو اسے کچھ زیادہ دینا مکروہ نہیں ہوگا۔ زندگی ہی میں اولاد کو جائیداد تقسیم کرکے دے دینا' والدین کی طرف سے ان پر احسان کا معاملہ ہے، نہ کہ اولاد کا حق ہے۔ اس لیے اولاد والدین سے زندگی میں جائیداد کی تقسیم کا کوئی مطالبہ نہیں کرسکتی اور نہ ہی ان سے کسی قسم کی زبردستی کرسکتی ہے۔ جب تک والدین زندہ ہوتے ہیں انہیں اپنی ملکیت کو مکمل طور پر استعمال کرنے کا حق ہوتا ہے، وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کرسکتے ہیں، جو چاہیں صدقہ، خیرات اور راہِ خدا میں استعمال کرسکتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنی رضا سے ہبہ بھی کرسکتے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ اپنی اولاد کے درمیان زندگی ہی میں اپنی جائیداد تقسیم کرنا چاہتی ہیں تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ تمام بچوں میں جائیداد برابر تقسیم کریں۔ اپنے لیے یا اپنے شوہر کے لیے جو رکھنا چاہیں اس کا بھی آپ کو مکمل اختیار ہے۔ اگر خدانخواستہ آپ کا انتقال تقسیم جائیداد سے پہلے ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں آپ کا ترکہ تقسیم ہوگا اور اس میں آپ کی کُل جائیداد کا چوتھا حصہ آپ کے شوہر کو ملے گا اور باقی چھ حصوں میں تقسیم ہوگا جس میں سے آپ کے ہر ایک بیٹے کو دو دو حصے اور ہر ایک بیٹی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ اولادِ نرینہ موجود ہونے کی صورت میں بہن بھائی وراثت میں حقدار نہیں ہوتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

جلد:۴۲ | یکم تا۹ر رجب المرجب ۱۴۴۴ھ، مطابق ۲۳ تا ۳۱ر جنوری ۲۰۲۳ء | شمارہ:۴

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

مہنگائی وبدامنی کے اسباب.....	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
ماہِ رجب.... فضیلت اور تاریخی واقعات	۷	انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی
ام المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۹	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشاؒ
مسئلہ ختم نبوت.... عالمی اداروں کی دلچسپی	۱۳	حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
مرزا قادیانی کی جھوٹی پیشگوئیاں (۵)	۱۷	مولانا سعد کامران
حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ........	۲۰	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
دعوتی وتبلیغی اسفار	۲۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر)**IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019**
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT**0010010964710018**
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر)**IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018**
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، ۳۲۷۸۰۳۴۰ فیکس:
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری **مطبع:** القادر پرنٹنگ پریس **طابع:** سیّد شاہد حسین **مقام اشاعت:** جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۲۱ (۸ سنہ نبوت کے واقعات)

۱:....اسی سال، اور ایک قول کے مطابق اس سے پہلے سال، کفارِ مکہ کو خبر ملی کہ کفارِ فارس جو نوشیرواں کی اولاد تھی، کفارِ رُوم پر، جو قیصر کے ماتحت تھے، غالب آ گئے ہیں، اس پر کفارِ مکہ بے حد خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہا کہ رُومی تمہاری طرح اہلِ کتاب ہیں، اور فارسی ہماری طرح ''بے کتاب'' ہیں، جس طرح ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر غالب آئے اسی طرح ہم تم پر غالب آئیں گے۔ مسلمانوں کو اس کا رنج ہوا، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ رُوم کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ دس سال کے اندر اندر رُومی دوبارہ فارس پر حملہ آور ہوں گے اور انہیں فارس پر فوجی برتری حاصل ہوگی۔

۲:....اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفارِ مکہ کو یہ آیات سنائیں تو کفار نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اور اُبیّ بن خلف نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ شرط لگائی کہ اگر تمہارے بقول نو سال میں رُوم، فارس پر غالب آ ئے تو میں تمہیں سو اُونٹ دُوں گا، ورنہ تم سے وصول کروں گا، دونوں طرف سے اس معاہدے کے ضامن مقرّر ہو گئے، جس دن مسلمانوں کو جنگِ بدر میں فتح ہوئی اسی دن یہ اطلاع آئی کہ رُوم، فارس پر غالب آ گئے، یہ سن کر مسلمانوں میں مسرّت کی لہر دوڑ گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ''وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ'' ترجمہ:....''اور اس دن خوش ہوں گے مؤمن۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُبیّ بن خلف کے ضامن سے سو اُونٹ وصول کر لئے، یہ قصہ طویل ہے، ہم نے یہاں مختصراً ذکر کیا ہے۔

ف:.... دوطرفہ شرط لگانا قمار (جوا) ہے، اور یہ واقعہ قمار (جوئے) کی حرمت سے پہلے کا ہے، صاحبِ کشاف فرماتے ہیں: اسی واقعے سے اِمام ابوحنیفہؒ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ دار الحرب میں مسلمان اور کافر کے درمیان رِبا نہیں۔

۳:....اسی سال، اور بقول بعض اس سے پہلے سال، اوس وخزرج کے درمیان جنگِ بعاث ہوئی۔

۴:....اسی سال شق القمر کا معجزہ رُونما ہوا، مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا تھا کہ کوئی ایسی نشانی دِکھایئے جس کا تصرف آسمان میں ہو، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کو ''شقِ قمر'' کا معجزہ دِکھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف اُنگلی سے اشارہ کیا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا حرا، کی دائیں جانب اور دُوسرا بائیں جانب زمین کی طرف جھک گیا، جبلِ حرا، دونوں کے درمیان نظر آتا تھا، مگر کافروں نے کہا کہ: ''یہ بڑا قوی جادُوگر ہے۔'' انہوں نے اس کی تکذیب کی اور (بدستور) اپنی خواہشات پر چلتے رہے۔ سورۂ قمر کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس معجزے کی گواہی دی ہے، علامہ ابن حجر مکی ''قصیدہ ہمزیہ'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: ''شق القمر کا معجزہ ۸ سنہ نبوّت میں ہوا۔''

علماءِ کرام نے فرمایا ہے کہ: شقِ قمر کا معجزہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کو یہ معجزہ نہیں دیا گیا، جیسا کہ شامی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

مہنگائی وبدامنی کے اسباب اور ہماری ذمہ داری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

قیامِ پاکستان سے اب تک اس ملک کی تاریخ میں کئی موڑ آئے، لیکن اب معاشی تنگی کا ایک ایسا موڑ آیا ہے جو بظاہر یوں لگتا ہے کہ جلدی جانے کا نام نہیں لے رہا۔ ہر دور میں یہ بات سننے میں آتی رہی ہے کہ پاکستان نازک موڑ سے گزر رہا ہے۔ خدا جانے یہ موڑ کب کٹے گا اور یہ ملک اپنے قیام کے مقصد ومنزل کی جانب کب گامزن ہوسکے گا۔ آج کل وطن عزیز جن معاشی ومعاشرتی مسائل کا شکار ہے اور مہنگائی ودہشت گردی کے عفریت نے جس طرح اسے گھیر رکھا ہے، اس طرح کی معاشی تنگی پچھلے ادوار میں بہت کم دیکھنے اور سننے میں آئی ہے۔ بہرحال! پیچیدہ مسائل ہر دور میں پیدا ہوتے آئے ہیں اور کسی نہ کسی درجے میں ان کا حل بھی پیش کیا جاتا رہا ہے۔ اس وقت بھی بدامنی ودہشت گردی نے عوام کا جینا محال اور مہنگائی کے طوفان نے سکون کا سانس لینا مشکل کر رکھا ہے لیکن راقم الحروف یہ سمجھتا ہے کہ ان سب کا حل وہی ہے جو ساڑھے چودہ سو سال پہلے شفیق الامۃ، خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں پیش فرمایا ہے۔

اگر ہم مہنگائی اور معاشی مشکلات ومسائل کی بات کریں، ملک کے دیوالیہ ہونے کا خدشہ ہونے لگے، کاروبار سے برکت ختم ہوجائے تو اس کا ایک بہت بڑا سبب خود ہمارے اعمال بھی ہیں۔ شہر کراچی میں عرصہ دراز سے یہ فضا عام ہے کہ کاروبار اور دکانیں دوپہر سے قبل شروع کرنا اور رات گئے تک اس میں مشغول رہنا، یہ عام سی بات بن گئی ہے۔ حالانکہ حدیث نبوی میں ہے: ''اللّٰھم بارک لامتی فی بکورھا'' (اے اللہ! میری امت کے لئے اس کے اول وقت (صبح) میں برکت عطا فرما)۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد) اب خود سوچنا چاہئے کہ جب برکت رکھی ہی صبح کے اوقات میں گئی ہے اور وہ وقت ہم آرام کرنے اور نیند پوری کرنے میں گزار دیں، ناشتہ، دکان کی تیاری اور بارہ ایک بجے بمشکل کاروبار شروع کریں گے تو برکت کہاں سے آئے گی؟ برکت تو ہم نے اپنے کردار سے خود کھودی، اب وہ کہاں سے آئے گی؟ ہمارا یہ عمومی رویہ معیشت کے زوال کا سبب نہیں بنے گا تو اور کیا بنے گا؟

گزشتہ دنوں حکومت پاکستان نے بھی کاروبار صبح جلد شروع کرنے اور رات کو جلد بند کرنے کے احکامات دیئے تو پورے ملک کی طرح کراچی کے تاجروں اور سیاسی جماعتوں نے اسے یکسر مسترد کردیا۔ یقیناً کراچی دنیا کے بڑے شہروں میں سے ہے اور بلاشبہ اس شہر کو غریبوں کی ماں کہلانے کا پورا حق حاصل ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ رات گئے تک دکانیں کھول کر رکھیں اور صبح دیر سے بیدار ہوں۔ یہ چیز تو نظام قدرت اور فطرتِ کائنات کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: ''وجعلنا اللیل لباساً وجعلنا النھار معاشاً'' (اور بنایا ہم نے رات کو اوڑھنا اور بنایا ہم نے دن کمائی

کرنے کو)۔(النباء:۱۰،۱۱)جب اصولی طور پر رات آرام کرنے اور دن کمائی کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں اور ہم اس قانون فطرت کی خلاف ورزی کریں گے تو بھلا کس طرح اپنے کاروبار و معیشت کی ترقی ممکن بنا پائیں گے؟

دوسری جانب کراچی سے خیبر تک دہشت گردی و بدامنی کا عفریت پھیلا ہوا ہے۔شمالی علاقہ جات میں آئے دن دہشت گردوں کی کارروائیاں جاری ہیں تو شہر کراچی میں عوام اپنے گھر کی دہلیز پر لٹ جاتے ہیں یا جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، کتنے نوجوانوں کی قیمتی جانیں حالیہ واقعات میں چلی گئیں اور کتنے ایسے ہیں، جنہیں اپنی جمع پونجی سے ہاتھ دھونا پڑے۔خصوصاً متوسط طبقہ جو چند ہزار روپوں کی تنخواہ پر پورا مہینا گھر کا خرچ چلانے کی منصوبہ بندی کرتا ہے، جب یک لخت اسے اس سے محروم کر دیا جائے تو بتلائیے! کہ اس کے دل سے کتنی آہیں اور بددعائیں اس معاشرے، سماج اور نظامِ مملکت چلانے والوں کو ملتی ہوں گی۔اسی طرح بالائی طبقہ اور اہلِ ثروت جب اپنی آمدنی میں غربا، مساکین، یتامیٰ اور محتاجوں کی ضروریات کا خیال نہیں رکھے گا، الٹا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناقدری اور پامالی کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفرانِ نعمت کی سزا نہیں ملے گی تو اور کیا ہوگا؟ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ترجمہ:’’اور اللہ تعالیٰ ایک ایسی بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ امن و اطمینان میں تھے، ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں، سو انہوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا۔‘‘(النمل:۱۱۲)

خدا کی نعمتوں کی ناقدری و ناشکری قحط و خوف کا بڑا سبب ہے۔کہیں ہم ان شامتِ اعمال میں مبتلا تو نہیں ہو گئے، اس پر غور و فکر کر لینا چاہئے۔

عوام الناس کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کی بھی کچھ ذمہ داریاں بنتی ہیں۔مثلاً بیرونی قرضوں کی لعنت سے چھٹکارا پا کر خود انحصاری کا ماحول پیدا کریں، اپنے زرعی و زرخیز ملک کی سرزمین سے اگنے والی معدنیات پر قناعت کریں، غیر ضروری اخراجات سے بچیں، اپنے پروٹوکول اور سیکورٹی کے اخراجات کو کم کرنا، حکومتی کابینہ کے افراد کی تعداد اور ان کی مراعات کو محدود رکھیں اور محدود کریں، غرض یہ کہ عوام کو پابند کرنے کے ساتھ ساتھ حکمران بھی ان کے لئے نمونہ عمل بنیں گے، تب ہی ان مشکلات سے نکلنا آسان ہوگا۔اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع، دعاؤں کا اہتمام، فرائض کی پابندی اور اقتصاد و معیشت کے معاملات میں میانہ روی اختیار کرنے کے علاوہ عوام کو نیک حکمران منتخب کرنے اور اس کی جدوجہد میں بھی مقدور بھر حصہ شامل کرنا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ ہماری حالت علامہ اقبالؒ کے اس شعر کا مصداق بن جائے:

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو	ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

بہر حال جہاں ہم خود نیک عمل کریں اور برائیوں سے بچیں، وہاں ہم دوسروں کو بھی اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے منع کریں، ورنہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوں گی، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا، کہ مومن مسلمانوں کی جماعت کے لئے دعا کرے گا مگر اس کی دعا قبول نہیں کی جائے گی۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ تم اپنی ذات کے لئے اور اپنی پیش آمدہ ضروریات کے لئے دعا کرو تو میں تیری دعا قبول کروں گا، لیکن عام لوگوں کے حق میں نہیں، اس لئے کہ انہوں نے مجھے ناراض کر رکھا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان پر غضبناک ہوں گا۔‘‘(کتاب الرقائق، بحوالہ: عصر حاضر حدیث نبوی کے آئینہ میں)

پس ہمیں اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہماری دعائیں قبول نہ ہونے کی وجہ ہمارے وہ کون سے اعمال ہیں جن کے سبب ہمارا رب ہم سے ناراض ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال سے بچنے کی اور اپنے رب کو راضی کرنے والے اعمال کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

ماہِ رجب کی فضیلت اور تاریخی واقعات

انتخاب: حافظ محمد سعید لدھیانوی

رجب المرجب:

ماہ رجب کو اسلام کے ظہور سے بھی پہلے سے حرمت والے مہینے کا درجہ حاصل ہے اور اس مہینے میں جنگیں رک جایا کرتی تھیں، اس مہینے کئی اہم اسلامی واقعات بھی پیش آئے ہیں۔

اسلامی سال کے ساتویں مہینہ کا نام رجب المرجب ہے اور اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ رجب ترجیب سے ماخوذ ہے اور ترجیب کے معنی تعظیم کرنا ہے۔ یہ حرمت والا مہینہ ہے اس مہینہ میں جدال وقتال نہیں ہوتے تھے اس لیے اسے ''الاصم رجب'' کہتے تھے کہ اس میں ہتھیاروں کی آوازیں نہیں سنی جاتیں۔

اس مہینہ کو ''اصب'' بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت و بخشش کے خصوصی انعام فرماتا ہے۔ اس ماہ میں عبادات اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔

رجب ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جن کو قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے:

ترجمہ: ''بے شک مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے ان میں چار حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو۔''

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔

یہی مہینہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی مہینہ ہے یعنی اسی ماہ کی 27 تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو آسمانوں کی سیر کرائی اور ملاقات کا شرف بخشا۔

یہ واقعہ ہجرت سے پانچ سال قبل پیش آیا۔ سرور کائنات، رحمۃ للعالمین کے اعلان نبوت کا بارہواں سال مصائب و مشکلات سے گھر ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے ملاقات کا اہتمام فرمایا، پیغمبر خدا کی آسمانوں کی سیر اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ بھی کمال ہے، اس واقعہ کو عنبر شاہ وارثی اپنے کلام میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

سرِ لامکاں سے طلب ہوئی
سوئے منتہیٰ وہ چلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن پاک میں سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں اس واقعہ کا ذکر موجود ہے، جو معراج یا اسراء کے نام سے مشہور ہے، احادیث میں بھی اس واقعہ کی تفصیل ملتی ہے، شب معراج انتہائی افضل اور مبارک رات ہے، کیونکہ اس رات کی نسبت معراج سے ہے۔''

''پاک ہے وہ ذات جس نے راتوں رات

ملک محمد یار ارائیں کی وفات .... (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

مرحوم عنایت پور بستی ارائیاں جلال پور پیروالا ملتان کے رہنے والے تھے۔ عمر تقریباً ستر سال تھی۔ مرحوم صوم صلوٰۃ کے پابند اور تہجد گزار انسان تھے۔ نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، بستی ارائیاں کے ہر گھر میں کوئی نہ کوئی حافظ، قاری، عالم ضرور ہوگا۔ اس سلسلہ میں جہاں مذکورہ بالا شخصیات کی محنتوں کا تعلق ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کے والدین کا صحیح العقیدہ دین دار اور صوم کی پابندی کے اثرات وثمرات بھی ہیں۔ مناظر ختم نبوت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اسی علاقہ کے تھے۔ ایسے ہی جامعہ مخزن العلوم خان پور میں مولانا قاری عبدالمالک مدظلہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ میرے شیخ سیدی ومرشدی حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کے مریدین کا ایک وسیع حلقہ اس علاقہ میں ہے۔ حضرت شاہ صاحب ہر سال تشریف لاتے رہے ہیں ملک محمد یار ارائیں نیک سیرت انسان تھے۔ 27/اکتوبر 2022ء صبح فوڈ پوائزن کی وجہ سے ہسپتال میں داخل کئے گئے۔ چند گھنٹہ ہسپتال میں زیر علاج رہے، تا آنکہ 27/اکتوبر 11 بجے رات کو داعی اجل کو لبیک کہا، اگلے دن 28/اکتوبر 11 بجے دن ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ علاقہ کے قرآن پاک کے استاذ وخادم مولانا قاری عبدالمالک کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور انہیں مناظر اسلام مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔“

سفرِ معراج کے مراحل:

سفرِ معراج کا پہلا مرحلہ مسجد الحرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا ہے، یہ زمینی سفر ہے۔

سفرِ معراج کا دوسرا مرحلہ مسجدِ اقصیٰ سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک ہے، یہ کرۂ ارضی سے کہکشاؤں کے اس پار واقع نورانی دنیا تک سفر ہے۔

سفرِ معراج کا تیسرا مرحلہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے قاب قوسین اور اس سے بھی آگے تک کا ہے، چونکہ یہ سفر محبت اور عظمت کا سفر تھا اور یہ ملاقات محب اور محبوب کی خاص ملاقات تھی، لہٰذا اس رودادِ محبت کو راز میں رکھا گیا، سورۃ النجم میں فقط اتنا فرمایا کہ وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو راز اور پیار کی باتیں کرنا چاہیں وہ کرلیں۔

علمائے اسلام کے مطابق معراج میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات روحانی نہیں، جسمانی تھی، جسے آج کے جدید دور میں سمجھنا مشکل نہیں، شبِ معراج میں نفلی عبادات انجام دینا احسن اقدام ہے لیکن اس رات کو ملنے والے تحفۂ نماز کی سارا سال پابندی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کا ثبوت ہے۔

ماہ رجب میں پیش آنے والے چند اہم تاریخی واقعات:

تاریخ اسلام میں ماہ رجب میں متعدد تاریخی واقعات پیش آنے کا ذکر ہے ان میں سے ایک ہجرت حبشہ اولیٰ ہے، جب مسلمان اہل مکہ کی سختیاں برداشت کرنے سے عاجز آکر باذن رسول اللہ ﷺ عازم حبشہ ہوئے۔ اس قافلہ میں باختلاف روایات 12 مرد اور 4 عورتیں تھیں، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قافلہ سالار مہاجرین تھے۔ یہ سن پانچ نبوی کا واقعہ ہے۔

سریہ عبداللہ بن جحش الاسدی اسی ماہ رجب میں ہجرت مدینہ سے کوئی 17 ماہ بعد پیش آیا۔ یہ وہ سریہ ہے جس نے اسلامی تاریخ میں نئے ریکارڈ قائم کئے ہیں، مثلاً اسلامی تاریخ کا پہلا مال غنیمت، پہلا خمس، پہلا شہید اور پہلا قیدی اس سریہ نے پیش کیا۔

9 ہجری میں پیش آنے والا عظیم غزوہ، غزوہ تبوک بھی ماہ رجب ہی میں پیش آیا تھا جسے غزوہ ذات العسرہ کا نام دیا گیا۔ یہی وہ غزوہ ہے جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر بار خالی کرکے تن من دھن حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف ایک بار پھر حاصل کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تہائی لشکر کا ساز وسامان اپنی گرہ سے پیش کرکے جنت کا پروانہ اور سند حاصل کی۔

اسلام کے چوتھے خلیفہ اور دامادِ رسول بھی 13 رجب کو اس دنیا میں تشریف لائے، ان کی ولادت کا سال تاریخی کی کتابوں میں سنہ 30 عام الفیل رقم ہے۔

حبشہ کے مسلمان بادشاہ نجاشی کا انتقال 9 ہجری ماہ رجب میں ہوا اور جناب رسول اللہ ﷺ نے از خود اطلاع پاکر اپنے صحابہ کرامؓ کی معیت میں اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔

دمشق کی تاریخی فتح 14 ہجری سن 635ء عیسوی میں ماہ رجب ہی میں ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جو ربیع الثانی 14 ہجرت سے دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، فتح یاب ہوئے اور اہل دمشق نے صلح کی درخواست کی جو منظور کرلی گئی۔

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے 583ھ 1187ء میں رجب ہی کے مہینے میں فتح بیت المقدس کے بعد مسلمانوں کے ہمراہ مسجد اقصیٰ میں فاتحانہ داخل ہوکر عاجزانہ سجدہ شکر ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ✪✪

عبدالقیوم قریشیؒ کی وفات

بہاولپور کے زمانہ تبلیغ میں ایک بہت اچھے جماعتی دوست تھے۔ جناب نور الٰہی قریشی جامع مسجد الصادق کے نیچے سید منگاتے شاہ کی پنسار کی دعا تھی۔ تو موصوف اس پر ملازم تھے تو شاہ جی مشہور ہوگئے، لیکن انہوں نے کبھی اپنے آپ کو شاہ کے نام سے متعارف کرایا اور نہ اس لفظ سے خوش ہوئے۔ اللہ پاک نے کئی ایک بیٹے عنایت فرمائے۔ عبدالکریم، عبدالقیوم، محمد ایوب اور محمد یعقوب تمام بیٹوں کی دینی تربیت بھی کی، ان کے فرزند ارجمند محمد ایوب قریشی راقم کا سن کر دفتر غلہ منڈی بہاولپور میں تشریف لائے، باتوں باتوں میں اپنے ایک بھائی عبدالقیوم کی وفات کا بتلایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم 21 محرم الحرام 1444ھ مطابق 20 اگست 2022ء کو انتقال فرماگئے۔ اللہ پاک نے پانچ بیٹے، چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ راقم 6 اکتوبر نماز عصر کے بعد ان کے بیٹوں سے ملا، دعائے مغفرت کی۔ اللہ پاک مرحوم کی سیئات سے درگزر فرمائیں، حسنات کو قبول فرمائیں۔ آمین یاالٰہ العالمین۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

"صُوَرٌ مِنْ حَیَاۃِ الصَّحَابۃ" زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہ کی

اُم المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

"جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جو وفات پا چکے ہیں، اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنہ میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے، وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی۔ وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لئے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔" (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر) مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یوکے اسلامک مشن

حضرت اُم سلمہؓ غیر معمولی شرف وفضیلت کی حامل خاتون تھیں۔ ان کے والد کا شمار قبیلہ بنی مخزوم کے مشہور اور اہم سرداروں اور عرب کے خاص اصحاب جود وسخا میں ہوتا تھا وہ اپنی سخاوت وفیاضی کی وجہ سے "زادالراکب" کے لقب سے مشہور تھے۔ کیونکہ ان کے علاقے کا ارادہ کرنے والے قافلے اور ان کی معیت میں سفر کرنے والے مسافر بھی اپنے ساتھ زادراہ لے کر چلنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے جو بالکل آغاز دعوت کے زمانے میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان سے پہلے صرف جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان چند لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا جن کی تعداد دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے بھی کم تھی۔ ان کا نام ہند بنت ابی امیہ تھا لیکن ان کی کنیت ام سلمہ ان کے نام سے زیادہ مشہور تھی۔

وہ اپنے شوہر جناب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی اسلام لائیں۔ وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والی دوسری خاتون تھیں۔ یہ شرف ان سے پہلے صرف امی خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حاصل تھا۔

جیسے ہی ان کے اور ان کے شوہر کے مسلمان ہونے کی خبر قریش کو ملی وہ غصے سے آگ بگولہ ہو گئے ان کے اندر ایک ہیجان برپا ہو گیا اور انہوں نے ان دونوں کو ایسی اذیت ناک اور عبرت انگیز سزائیں دینے کا سلسلہ شروع کر دیا جو مضبوط چٹانوں کو ہلا دینے کے لئے کافی تھیں۔ لیکن انہوں نے ان سزاؤں کے سامنے نہ تو کسی ضعف و کمزوری کا اظہار کیا نہ ہمت ہاری، نہ کسی قسم کے تردد وتذبذب میں مبتلا ہوئے۔ جب اذیت رسائی کا یہ سلسلہ سخت سے سخت تر ہوتا چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی۔ تو یہ دونوں ہجرت کرنے والے "قافلہ مہاجرین" میں پیش پیش تھے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر اجنبی دیار اور انجانے علاقے کی طرف چل پڑے اور اپنے پیچھے مکہ میں اپنا عالی شان مکان اپنا بلند مقام اور اپنی خاندانی شرافت چھوڑ گئے۔ وہ اپنے اس عمل کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کے خواہاں اور اس کی رضا وخوشنودی کے طالب تھے۔

اگرچہ جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر کو نجاشی (بادشاہ حبشہ) کی حمایت و سرپرستی میں نہایت سکون و اطمینان کی زندگی نصیب ہوئی تھی مگر اس کے باوجود شہر مکہ واپس جانے اور سرچشمہ ہدایت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے دیدار کی آرزو ان کے دلوں کو ہر وقت مضطرب اور بے چین رکھتی تھی اور پھر جب سرزمین حبشہ میں مقیم مہاجرین کے پاس مسلسل اس طرح کی خبریں آنے لگیں کہ مکہ میں مسلمانوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔ جناب حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب اور جناب عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے مسلمانوں کی طاقت کافی بڑھ گئی ہے اور قریش کی اذیت رسانیوں اور ان کے ظلم وستم کا زور بڑی حد تک ٹوٹ چکا ہے۔ تو ان میں سے کچھ لوگوں نے مکہ واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ دیار حرم میں پہنچنے کا شوق اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا اشتیاق انہیں کھینچے لئے جا رہا تھا۔ چنانچہ واپسی کے اس سفر میں بھی ام سلمہ رضی اللہ

عنہا اور ان کے شوہر سب سے آگے تھے لیکن واپس آنے والوں پر بہت جلد یہ بات منکشف ہو گئی کہ ان کے پاس اس سلسلے میں جو خبریں پہنچی تھیں ان میں بہت زیادہ مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا تھا اور مسلمانوں نے جناب حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد جو تھوڑی سی پیش قدمی کی تھی، قریش کی طرف سے اس کی شدید مزاحمت ہوئی ہے۔

اس کے بعد مشرکین نے مسلمانوں کو ستانے اور ان کو خوف زدہ کرنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے اور ان کے ظلم وستم کی چکّی پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ چلنے لگی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کر کے مدینہ چلے جانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر نے قریش کی اذیتوں سے نجات حاصل کرنے اور اپنے دین کی حفاظت کے خیال سے جلد از جلد ہجرت کر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر یہ کام ان کے لئے اتنا آسان نہ تھا جتنا وہ گمان کرتے تھے۔ اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ان کو ایسے سخت اور المناک حالات سے گزرنا پڑا جن کے سامنے تمام سختیاں ہیچ نظر آتی ہیں۔ ہم ہجرت کی یہ المناک داستان کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان کرتے ہیں کیونکہ اس سلسلے میں ان کا مشاہدہ بہت گہرا اور ان کی تصویر کشی زیادہ مکمل ہے۔

وہ بیان کرتی ہیں کہ:

’’جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی ٹھانی تو انہوں نے میرے لئے سواری کا اونٹ تیار کیا۔ مجھے اس پر سوار کیا اور میرے بچے سلمہ کو میری گود میں ڈالا اور کسی چیز کی طرف مڑ کر دیکھے بغیر اونٹ کی نکیل پکڑ کر روانہ ہوگئے۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم مکہ سے باہر نکلتے میرے قبیلہ (بنی مخزوم) کے کچھ لوگوں نے ہم کو جاتے ہوئے دیکھ لیا۔ وہ ہمارا راستہ روک کر کھڑے ہوگئے اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ ’’تم اپنے متعلق جو چاہو فیصلہ کرو مگر تمہاری بیوی سے تمہیں کیا سروکار؟ یہ ہماری بیٹی ہے۔ ہم تم کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ اس کو اپنے ساتھ لئے ہوئے دردر کی ٹھوکریں کھاتے پھرو۔‘‘ پھر وہ ان کے اوپر جھپٹ پڑے اور مجھے زبردستی ان سے چھین کر الگ کر دیا۔ جب میرے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے قبیلے (بنو عبدالاسد) کے لوگوں نے یہ دیکھا کہ میرے قبیلہ والوں نے مجھے اور میرے بچے کو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے چھین لیا ہے تو وہ نہایت غضبناک ہوئے اور کہنے لگے کہ ’’اللہ کی قسم! جب تم نے اپنے خاندان کی لڑکی کو ہمارے قبیلہ کے آدمی سے چھین لیا تو ہم بھی بچے کو اس کے پاس نہیں رہنے دیں گے۔ وہ ہمارے خاندان کا بچہ ہے اور ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں۔‘‘ پھر میری آنکھوں کے سامنے ہی وہ میرے بچے سلمہ کو اپنی طرف کھینچنے لگے۔ اس کھینچا تانی میں اس کا ہاتھ بھی اکھڑ گیا اور وہ اس کو چھین کر لے گئے اس وقت مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میرا وجود ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا ہے اور میں اکیلی رہ گئی ہوں۔ ایک طرف میرے شوہر اپنے دین اور اپنی جان کی حفاظت کے لئے مدینہ چلے گئے۔ دوسری طرف میرے بچے کو بنوعبدالاسد نے جبراً مجھ سے چھین لیا اور میرے قبیلہ بنومخزوم نے زبردستی مجھے اپنے پاس روک لیا۔ اس طرح ذرا سی دیر میں مجھے، میرے شوہر اور میرے بچے کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا گیا۔‘‘ پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی داستان کا اگلا حصہ بیان کرتی ہیں۔

’’اس کے بعد سے میرا روز مرہ کا یہ معمول ہو گیا کہ صبح سویرے مکہ کے باہر ابطح کی طرف نکل جاتی اور اس جگہ جا کر بیٹھ جاتی جہاں میرے ساتھ یہ المیہ پیش آیا تھا۔ میں ان بیتی ہوئی گھڑیوں کو یاد کرتی رہتی جب میرے شوہر اور بچے کے درمیان جدائی کی دیوار حائل کر دی گئی تھی۔ میں برابر روتی رہتی یہاں تک کہ رات کے سائے گہرے ہو جاتے۔ میری یہ حالت ایک سال یا اس کے لگ بھگ رہی۔ آخر کار میرے چچا کی اولاد میں سے ایک شخص کا گزر میری طرف سے ہوا اس کو میرے اس حالِ زار پر ترس آیا اور اس نے میرے قبیلہ والوں سے کہا کہ تم لوگ اس غریب کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ تم نے اس کو اس کے شوہر اور بچے سے جدا کر کے اس کے اوپر بڑا ظلم کیا ہے۔ وہ

> آپ کا نام ہند بنت ابی امیہ تھا، لیکن آپ کی کنیت ام سلمہ آپ کے نام سے زیادہ مشہور تھی، اپنے شوہر جناب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی اسلام لائیں، آپ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والی دوسری خاتون تھیں

برابر ان کو میرے حق میں ہموار کرتا اور ان کے جذبۂ شفقت کو ابھارتا رہا حتی کہ وہ اس حد تک نرم ہوگئے کہ انہوں نے مجھے اپنے شوہر کے پاس چلے جانے کی اجازت دے دی۔لیکن میرے لئے یہ کیونکر ممکن تھا کہ میں اپنے لخت جگر کو مکہ میں بنی عبدالاسد کے یہاں چھوڑ کر خود اپنے شوہر کے پاس مدینہ چلی جاتی اور اس صورت میں جب کہ میں خود دارالہجرت (مدینہ) میں ہوں اور میرا کم سن بچہ مکہ میں اس حال میں پڑا ہوا کہ اس کے متعلق مجھے کوئی خبر نہ ملے، کیسے ممکن تھا کہ میری ماتا کی آگ ٹھنڈی ہو اور میری آنکھوں سے امڈتے ہوئے آنسوؤں کا سیلاب تھم سکے۔بعض لوگوں نے جب مجھ کو اس طرح رنج وغم جھیلتے اور تکلیف و ملال سے بوجھل ہوتے دیکھا تو ان کو میری حالت پر رحم آیا اور انہوں نے بنی عبدالاسد سے بات کر کے ان کو میرے ساتھ نرم رویہ اپنانے پر آمادہ کرلیا۔

چنانچہ انہوں نے میرے بچے سلمہ کو مجھے واپس کر دیا۔اب میں نے مکہ میں ٹھہر کر مدینہ جانے والے کسی ہم سفر کے انتظار میں وقت گنوانا اور اپنی روانگی میں مزید تاخیر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔مجھے اندیشہ تھا کہ اس اثناء میں کہیں کوئی ایسا حادثہ نہ پیش آ جائے جو مجھے میرے شوہر کے پاس پہنچنے سے روک دے۔اس لئے میں نے جھٹ پٹ اپنی سواری کے اونٹ کو تیار کیا بچے کو گود میں لیا اور اپنے شوہر سے ملنے کے لئے مدینہ کی طرف چل پڑی۔جب میں تنعیم کے مقام پر پہنچی تو میری ملاقات عثمان بن طلحہ سے ہوئی (عثمان رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے، صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، فتح مکہ میں شریک ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر بیت اللہ کی کنجی ان کے حوالے کی)۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: ’’زادالراکب (سفر کی حالت میں لوگوں کے کھانے کا اپنے جیب سے انتظام کرنے والا) کی بیٹی! کہاں جارہی ہو؟ میں نے جواب دیا: اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔

انہوں نے دریافت کیا: ’’کیا تمہارے ساتھ کوئی اور نہیں ہے؟

میں نے جواب دیا: ’’نہیں! اللہ تعالیٰ اور میرے اس بچے کے سوا میرے ساتھ دوسرا کوئی نہیں ہے؟‘‘

اللہ کی قسم! جب تک تم مدینہ نہ پہنچ جاؤ میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔‘‘ یہ کہہ کر انہوں نے میرے اونٹ کی نکیل تھام لی اور مجھے ساتھ لے کر روانہ ہوگئے۔اللہ کی قسم! اس سے پہلے مجھے کسی ایسے عرب کی صحبت نصیب نہیں ہوئی تھی جو ان سے زیادہ رحم دل اور شریف ہو۔ان کا حال یہ تھا جب وہ کسی منزل پر پہنچتے تو وہ اونٹ کو بٹھاتے اور خود مجھ سے دور ہٹ جاتے۔جب میں اونٹ سے نیچے اتر کر زمین پر ٹھیک سے کھڑی ہوجاتی تو وہ ان کے پاس آتے کجاوہ اتار کر زمین پر رکھ دیتے اور اونٹ کو لے جا کر کسی درخت سے باندھ دیتے۔پھر مجھ سے دور کسی سائے میں لیٹ جاتے۔جب روانگی کا وقت ہو جاتا تو وہ اٹھ کر اونٹ کے پاس آتے اس کو تیار کر کے میرے قریب لاتے اور مجھے اس پر سوار ہونے کی اجازت دیتے ہوئے دور ہٹ جاتے۔جب میں سوار ہوکر اطمینان سے بیٹھ جاتی تو آتے اور اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل پڑتے۔مدینہ پہنچنے تک راستہ بھر میرے ساتھ ان کا یہی رویہ رہا۔

جب ان کی نظر بنی عوف بن عمرو کی بستی قباء پر پڑی تو بولے کہ ’’تمہارے شوہر اسی بستی میں ہیں۔اللہ کا نام لے کر چلی جاؤ۔‘‘ یہ کہتے ہوئے وہ واپسی کے لئے مکہ کی طرف مڑ گئے۔بچھڑے ہوئے ایک طویل عرصے کی جدائی کے بعد دوبارہ ہم ایک دوسرے سے ملے۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں اپنے شوہر کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئی اور جناب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے دل کو اپنی بیوی اور بچے کو پا کر قرار وسکون نصیب ہوا۔اس کے بعد واقعات اور حوادث تیزی سے گزرتے رہے۔یہ غزوۂ بدر ہے جس میں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوئے اور فتح یاب وکامیاب ہوکر مسلمانوں کے ساتھ واپس آئے اور یہ ہے معرکہ احد، جنگ بدر کے بعد ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں بھی ایک بہادر کی طرح شریک ہوئے اور اس میں اپنی جرأت وشجاعت کے نہ مٹنے والے نقوش چھوڑ آئے۔جنگ سے واپس آئے تو ان کا جسم زخموں سے چور تھا۔وہ برابر زخموں کا علاج کرتے رہے اور بظاہر ایسا معلوم ہونے لگا کہ وہ زخم بھر چکے ہیں۔مگر حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔وہ زخم بظاہر تو بھر گئے تھے مگر اندر اندر خراب ہوگئے تھے۔ایک دن اچانک پھٹ گئے اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بستر سے لگ گئے۔اسی زمانے میں جب وہ اپنے زخموں کے ساتھ کشمکش میں مصروف تھے ایک دن اپنی بیوی سے بولے کہ ام سلمہؓ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

"لایصیب احدا مصیبة فیسترجع عند ذالك یقول اللّٰھم عندك احتسب مصیبتی ھذہ اللھم اخلفني خیرا منھا الا اعطاہ اللہ عز وجل۔" (مسند احمد بحوالہ سیرت النبی، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ: ۳/۱۳۱)

ترجمہ: "جو شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور دعا کرے کہ اے اللہ! میں تجھ سے ہی اس مصیبت کا اجر چاہتا ہوں۔ الٰہی تو مجھے اس کا بہترین نعم البدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تلافی مافات کی بہترین صورت پیدا فرما دیتا ہے۔"

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کئی روز تک بستر علالت پر پڑے رہے۔ اسی دوران ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے میں داخل ہوئے اور ابھی اچھی طرح ان کو دیکھ بھی نہیں سکے تھے کہ انہوں نے زندگی کو خیر باد کہہ دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھوں کو بند کیا اور آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہوئے ان کے لئے دعا کی:

"اللّٰھم اغفر لابی سلمة وارفع درجته في المقربین واخلفه فی عقبه فی الغابرین واغفرلنا وله یا رب العالمین وافسح له في قبره ونور له فیه۔"

ترجمہ: "اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما دے۔ مقربین میں ان کو بلند مرتبہ عطا کر اور ان کے پس ماندگان میں ان کا قائم مقام ہو جا۔ رب العالمین! ہماری اور ان کی مغفرت فرما ان کی قبر کو کشادہ اور منور کر۔"

ادھر جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو وہ دعا یاد آئی جو جناب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بتائی تھی تو انہوں نے کہا۔

اللّٰھم عندك احتسب مصیبتي ھذہ

لیکن ان کا دل اللّٰھم اخلفني فیھا خیراً منھا کہنے پر آمادہ نہ ہو رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں کہہ رہی تھیں کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو نعم البدل کے طور پر طلب کیا جائے لیکن کچھ دیر بعد انہوں نے دعا مکمل کر دی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس مصیبت پر مسلمانوں نے غیر معمولی صدمہ و افسوس کا اظہار کیا انہیں "ایّم العرب" (اکیلے رہ جانا، بیوہ رہ جانا) کے لقب سے نوازا۔ کیونکہ مدینہ میں ان کے ننھے ننھے بچوں کے سوا ان کے اہل قبیلہ وخاندان میں سے ان کا کوئی قریبی سرپرست اور ہمدرد نہ تھا۔

مہاجرین و انصار دونوں نے بیک وقت اپنے اوپر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حق کو محسوس کیا ان کی عدت وفات گزرتے ہی جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا مگر انہوں نے ان کا پیغام منظور نہیں کیا۔ پھر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی مگر انہوں نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کے پیغام کو بھی اسی طرح رد کر دیا جس طرح وہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیغام کو نامنظور کر چکی تھیں۔ پھر جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے پیغام دیا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اندر تین ایسی خصلتیں ہیں جو شاید آپ کو پسند نہ آئیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ میں انتہائی غیرت مند اور خوددار عورت ہوں مجھے اندیشہ ہے کہ میری کوئی بات آپ کی طبع مبارک کو ناگوار گزر جائے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض ہو جائیں تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے سزا دے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں ایک سن رسیدہ عورت ہوں اور تیسری یہ کہ میں بال بچوں والی عورت ہوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ باتیں سن کر ارشاد فرمایا کہ:

"یہ جو تم نے اپنی غیرت مندی اور خودداری کی بات کہی ہے تو میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تمہارے اندر سے اس کو دور کر دے اور جہاں تک سن رسیدگی کی بات ہے تو اس میں میری حالت تم سے مختلف نہیں اور یہ جو تم نے بال بچوں کا ذکر کیا ہے تو اس کے لئے کسی فکر کی ضرورت نہیں۔ تمہارے بچے میرے بچے ہیں۔" (صحیح مسلم کتاب الجنائز میں اس سے ملتی جلتی ایک حدیث ہے جو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے مروی ہے)۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور ان کی وہ دعا مجسم قبولیت بن کر سامنے آ گئی جو انہوں نے اپنے شوہر کے انتقال کے وقت کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا نعم البدل عطا فرما دیا اور اس وقت سے ہند بنت ابی امیہ مخزومی صرف سلمہ کی ماں نہیں رہ گئیں بلکہ تمام مسلمانوں کی ماں ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے کو جنت میں تر و تازہ اور بارونق رکھے ان سے راضی رہے اور ان کو راضی رکھے۔ آمین۔ ✪

مسئلہ ختمِ نبوت میں عالمی اداروں کی دلچسپی

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

(جامع مسجد امن باغبانپورہ لاہور میں ۱۳، ۱۴؍دسمبر ۲۰۲۲ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقدہ دو روزہ ختم نبوت کورس کی آخری نشست سے خطاب)

بعد الحمد والصلوٰۃ! عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت اور محترم بھائی مولانا قاری جمیل الرحمن اختر کا شکرگزار ہوں کہ عالمی مجلس آج کی ضرورت کے مطابق ختم نبوت کے عنوان پر ملک کے مختلف حصوں میں اجتماعات اور کورسز منعقد کر رہی ہے، اور اس حوالے سے بھی کہ آج کی اس مجلس میں مجھے کچھ گفتگو کا موقع فراہم کیا۔ اللہ تعالیٰ یہ سعی و جدوجہد قبول فرمائیں، کچھ مقصد کی باتیں کہنے سننے کی، اور حق کی جو بات علم اور سمجھ میں آئے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین یارب العالمین۔

اس وقت دین کے حوالے سے جدوجہد کے جتنے بھی دفاعی محاذ ہیں، ان میں سب سے بڑا محاذ ختم نبوت کا ہے۔ یہ سب سے بڑا محاذ کیوں ہے؟ یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ باقی محاذوں اور مسائل پر ہمارا سامنا آپس کے داخلی گروپوں سے ہوتا ہے۔ کوئی بھی مسئلہ ہو وہ امتِ مسلمہ کے داخلی گروپوں کا ہوگا، یا اپنے آپ کو امتِ مُسلمہ میں شمار کرنے والوں کا ہوگا۔ لیکن ختمِ نبوت کے مسئلے پر ہمارا محاذ اور مورچہ داخلی نہیں بلکہ خارجی ہے، اور علاقائی نہیں بلکہ عالمی ہے۔ اس مسئلے پر ہم سے مطالبات، دباؤ، اور ہمارا احصار عالمی ادارے اقوامِ متحدہ، یورپی یونین، آئی ایم ایف، جنیوا ہیومن رائٹس کمیشن، اور امریکہ کی وزارتِ خارجہ کا جنوبی ایشیا ڈیسک وغیرہ کر رہے ہیں۔ اس محاذ پر ہمیں عالمی اداروں کا سامنا ہے، اس لیے یہ سب سے بڑا مورچہ ہے کہ ہماری لڑائی مقامی نہیں ہے بلکہ عالمی ہے، علاقائی نہیں ہے بلکہ انٹرنیشنل ہے، اور سارا دباؤ عالمی طاقتوں اور بین الاقوامی اداروں کا ہے کہ یہ کرو اور یوں نہ کرو۔

> مغرب کا اصل مقابلہ قرآن کریم کے قوانین اور جناب نبی کریم ﷺ کے نظام سے ہے، جس کو ہم قرآن وسنت، شریعت اور اسلامی نظام کہتے ہیں

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عالمی قوتوں، امریکہ، یورپی یونین، جنیوا ہیومن رائٹس کمیشن، اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کے اداروں کو اس سے کیا دلچسپی ہے کہ وہ سب اس مسئلے پر یکجا ہیں کہ پاکستان میں قادیانیوں کو کافر قرار دینے کا قانون واپس لیا جائے۔ ان کی اس سے غرض کیا ہے؟ باقی مسئلوں پر بات ہو جاتی ہے لیکن اس مسئلے پر یورپی یونین، جنیوا ہیومن رائٹس کمیشن، انسانی حقوق کی عالمی تنظیمیں اور بین الاقوامی ادارے، ان سب کا ہم سے ایک ہی مطالبہ بلکہ دباؤ اور مداخلت ہے کہ تم قادیانیوں کو کافر کیوں کہتے ہو، یہ قانون واپس لو۔ ان کو یہ دلچسپی کیوں ہے، یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے۔

مغرب کا اصل مقابلہ قرآن کریم کے قوانین اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام سے ہے، جس کو ہم قرآن وسنت، شریعت اور اسلامی نظام کہتے ہیں۔ یہ نظام چودہ سو سال سے چلا آ رہا ہے، قرآن کریم محفوظ چلا آ رہا ہے اور شریعت اور فقہ کا تسلسل چلا آ رہا ہے۔ مسلمان اس سے دستبردار ہونے کو کبھی تیار نہیں ہوئے، حکومتیں جو مرضی کر لیں لیکن عام مسلمان قرآن کریم کے احکام اور سنت و شریعت کے احکام سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں اور نہ آئندہ کبھی ہوں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ چودہ سو سال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، بہت سے گروہ پینترے بدل کر آئے، بڑی قوت کے ساتھ آئے، لیکن قرآن کریم، سنتِ رسول اور شریعت کے احکام کے ساتھ مسلمانوں کی کمٹمنٹ کو توڑنے میں کوئی کامیاب نہیں ہوا۔ فطری بات ہے کہ قرآن کریم

کے احکام، سنتِ رسول اور شریعت کو کوئی منسوخ نہیں کرسکتا۔ اس کو منسوخ کرنے والی اتھارٹی ایک ہی ہوسکتی ہے کہ نبی کے فیصلے کو نبی ہی منسوخ کرسکتا ہے، نبی سے کم درجے کی کوئی اتھارٹی نبی کے احکام کو منسوخ نہیں کرسکتی۔ اس لیے سوچ سمجھ کر بیرونی دنیا نے یہ پلاننگ کی کہ نبی کے نام سے کوئی گروپ کھڑا کیا جائے تاکہ قرآن اور سنت کی منسوخی کا راستہ ہموار ہو۔ یہ پس منظر ذہن میں رکھیں کہ نبی کے فیصلے کو نبی ہی منسوخ کرسکتا ہے، نبی کے علاوہ کوئی اور نہیں کرسکتا۔ یہی بات علامہ محمد اقبالؒ نے کہی تھی کہ قادیانی اس لیے کافر ہیں کہ انہوں نے نئی اتھارٹی کھڑی کر دی ہے، اور نئے نبی اور وحی کے عنوان سے مذہب تبدیل کرلیا ہے۔

برصغیر میں پہلے بھی اس کی کوشش ہوئی تھی، مغل بادشاہ اکبر نے اجتہاد کے نام پر بہت سے احکام کو تبدیل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے قرآن کریم کے کچھ احکام اور شریعت کے احکام بدل دیے اور نام ''دین الٰہی'' رکھا، ٹائٹل مسلمان کا ہی رکھا، بعض چیزیں جائز اور بعض حرام قرار دے دیں۔ لیکن اس کا دعویٰ چونکہ اجتہاد کے نام سے تھا اس لیے اس کی بات نہیں چلی کہ شریعت کے احکام کو نبی کے ٹائٹل کے علاوہ منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ اور اب چونکہ نبی کوئی آنا نہیں ہے تو مغرب کا اصل ایجنڈا یہ ہے کہ مسلمانوں کو قرآن کریم اور شریعت کے احکام میں تبدیلی پر آمادہ کیا جائے اور نبی کے نام سے کوئی اتھارٹی ان سے منوا لی جائے جو کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے اور میں نے فلاں حکم منسوخ کر دیا ہے۔

یہ مغرب کی دلچسپی کی وجہ ہے کہ اسلام میں ردوبدل کی کوئی ایسی اتھارٹی جس کو مسلمان تسلیم کریں، کھڑی کی جائے، اس کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا گیا تھا اور آج بھی ان کا سب سے بڑا پشت پناہ مغرب ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ختم نبوت ہمارا سب سے بڑا مورچہ ہے، جس میں ہمیں عالمی قوتوں سے واسطہ ہے اور ان کا اصل ایجنڈا شریعت کو تبدیل کرنا ہے۔ شریعت کو تبدیل کرنے کے لیے انہوں نے نبوت کے نام پر اتھارٹی کھڑی کی جس کو پوری دنیائے اسلام کے مسلمان نہیں مان رہے۔ یہ ہمارا اور مغرب کا اصل جھگڑا ہے۔ مغرب اسی لیے قادیانیوں کی پشت پناہی کر رہا ہے، پیسے خرچ کر رہا ہے، ہم پر دباؤ اور پریشر ڈال رہا اور مجبور کر رہا ہے کہ کوئی ایسی اتھارٹی تسلیم کرو جو قرآن و شریعت کے احکام میں ردوبدل کر سکے، لیکن ایسے نہ ہوا ہے اور نہ ان شاءاللہ آئندہ کبھی ہوگا۔

ختم نبوت کی جدوجہد پر جتنی جماعتیں اور گروہ کام کر رہے ہیں، سب اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت اور اپنا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ لیکن اس جدوجہد کے دائرے مختلف ہیں۔ اس محاذ پر محنت کرنے والوں کیلئے محنت کے چار بڑے دائرے ہیں، میں وہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا درجہ خبردار کرنے کا ہے کہ جاگتے رہنا۔ ختم نبوت کی جدوجہد کا پہلا دائرہ یہ ہے کہ عام آدمی کو بیدار رکھا جائے، لوگوں کو متوجہ کرتے رہنا کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے اس پر پکا رہنا ہے اور اس کے خلاف کوئی بات قبول نہیں کرنی۔ سب سے بڑا مورچہ عوامی سطح پر لوگوں کو بیدار اور آگاہ رکھنے کا ہے اور مختلف جماعتیں یہ کام کر رہی ہیں۔ اسی غرض سے اجتماعات ہو رہے ہیں، جلسے، دروس، کورسز اور تربیتی کیمپ سب کی یہی غرض ہے کہ عام مسلمان اپنے عقیدے کے حوالے سے چوکنا اور باخبر رہے۔

ختم نبوت کے حوالے سے کام کرنے والوں کے لیے کام کا دوسرا دائرہ یہ ہے کہ ہماری جو پڑھی لکھی کلاس ہے جس کو مقامی اور بین الاقوامی میڈیا، پرنٹ میڈیا، سوشل میڈیا، لابیوں اور این جی اوز سے واسطہ پڑتا ہے اور جن کے ذہنوں میں مسلسل شکوک وشبہات پیدا کیے جاتے رہے ہیں، کیے جا رہے ہیں اور پیدا کیے جاتے رہیں گے۔ یہ کالجز، یونیورسٹیز اور سوشل میڈیا اور اس سطح کا ماحول ہے جہاں بین الاقوامی ابلاغ کے ذرائع میڈیا، این جی اوز اور عالمی ادارے مسلسل کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طریقے سے نوجوان نسل روایتی دین اور عقیدے میں لچک پیدا کرے اور ہماری نئی باتیں قبول کرے۔ یہ دوسرا بڑا مورچہ ہے۔ یہ آمنے سامنے بات کرنے کا، سلیقے سے بات کہنے کا، بات پہنچانے کا اور شکوک وشبہات کے جواب دینے کا مورچہ ہے۔ اس مورچے کی بھی ضرورت ہے کیونکہ شبہات تو پیدا ہو رہے ہیں، جس کی جیب میں موبائل ہے اس کے ذہن میں شکوک وشبہات کا جنگل ہے۔ جو بین الاقوامی رابطہ رکھتا ہے اس کے گرد شکوک و شبہات کا پورا حصار ہے۔ اس لیے ان تک رسائی حاصل کرنا، ان تک بات پہنچانا، ان کی بات سننا، ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنا، ان کے اعتراضات کا جواب دینا اور مقابلہ کرنا یہ ہماری جدوجہد کا دوسرا دائرہ ہے۔

تیسرا دائرہ یہ ہے کہ قادیانی ملک کے مختلف محکموں میں گھسے ہوئے ہیں اور کسی نہ کسی

بہانے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ ہدایات اور طریقہ کار باہر سے آتا ہے اور یہ یہاں بیٹھے کام کرتے ہیں۔ وہ بیوروکریسی میں بیٹھ کر چالیں چلتے ہیں، اسٹیبلشمنٹ کی مختلف گھاتوں میں بیٹھے ہوئے کبھی کوئی کام کرلیا، کبھی اسمبلی والوں کو ورغلا لیا، کبھی فوج کے جرنیل اور کبھی کسی حکمران کو ورغلا لیا۔ اسٹیبلشمنٹ اور حکمران طبقے کے اندر بیٹھ کر یہ جو سازشوں کا دائرہ ہے، جس کے ذریعے کوئی نہ کوئی شرارت ہو جاتی ہے، کئی شرارتیں ہمارے سامنے ہوئی ہیں اور کئی چالیں چلی گئی ہیں۔ دینی جماعتیں اور قومی و ملی سوچ رکھنے والے چوکنا رہتے ہیں، آواز اٹھاتے ہیں اور بات ختم ہوجاتی ہے۔ اسٹیبلشمنٹ وردی والی ہو یا بغیر وردی، ان کے اندر بیٹھ کر جو لوگ سازشیں کررہے ہیں ان سازشوں کو سمجھنا، ان کا جواب دینا اور ان سازشوں کو ناکام بنانا ہمارا تیسرا مستقل مورچہ ہے۔

میں ختم نبوت کی جدوجہد کے دائرے بیان کررہا ہوں، اس کا چوتھا محاذ بین الاقوامی ہے جہاں پلاننگ اور منصوبہ بندی ہوتی ہے، جہاں سے ہدایات اور ڈکٹیشن آتی ہے۔ یہ ہمارا سب سے بڑا محاذ ہے۔ لیکن میں اب تک کے تجربات کی بنیاد پر یہ بات عرض کرنا چاہوں گا کہ ہماری اس محاذ پر اس حد تک توجہ نہیں ہے جس حد تک ہونی چاہیے۔ میں ماضی کے دو تجربے آپ کے سامنے عرض کرنا چاہوں گا۔

ایک تجربہ جنوبی افریقہ کا ہے۔ جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں ختمِ نبوت کا مسئلہ زیر بحث آیا تھا۔ اس پر ہمارے حکمرانوں اور ہماری جماعتوں نے توجہ کی، وہاں خود جا کر کیس لڑا۔ جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں قادیانیوں کے حوالے سے کہ ان کو مسلمانوں میں شمار کیا جائے یا نہیں، یہ کیس حضرت مولانا جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے جا کر لڑا تھا اور ہماری علمی قیادت نے وہاں سپریم کورٹ میں یہ مقدمہ جیتا بھی تھا۔ جہاں اوریجنل لوگ، محاذ کے اصل لوگ پہنچے ہیں، انہوں نے مقدمہ جیتا ہے۔ لیکن جنیوا ہیومن رائٹس کمیشن میں ہمارے اوریجنل بندے نہیں گئے تھے اس لیے ہم ہار گئے تھے۔

میں آپ سے طریقہ واردات عرض کرتا ہوں کہ ۱۹۸۴ء میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس آیا تھا کہ قادیانی اسلام کا نام استعمال نہیں کر سکتے، مسلمان کا ٹائٹل اختیار نہیں کر سکتے، تو مرزا طاہر احمد نے ۱۹۸۵ء میں لندن جا کر مورچہ بنایا اور جنیوا ہیومن رائٹس کمیشن میں جا کر کیس دائر کیا کہ ہمیں شہری حقوق، انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے اور ہمارے سیاسی حقوق پامال کر دیے گئے ہیں۔ ہیومن رائٹس کمیشن کا طریقہ کار اور پراسیس یہ ہے کہ جس ملک کے قانون کے خلاف درخواست آتی ہے، اس ملک کا سفیر ملک کا دفاع کرتا ہے۔ پاکستانی قانون کے خلاف درخواست دی گئی تو پاکستان کا دفاع سفیر نے کرنا تھا، جبکہ اس وقت سفیر منصور احمد قادیانی تھا۔ مدعی بھی قادیانی اور مدعا علیہ بھی قادیانی۔

ہمارے علم میں یہ بات آ گئی تھی۔ اس وقت راجا ظفر الحق صاحب وفاقی وزیر تھے، ہمارے دوست سید ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ اس وقت ڈپٹی اٹارنی جنرل تھے، جو ختم نبوت کے بڑے وکیلوں میں سے ہیں۔ وہ، میں اور مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ اسلام آباد گئے کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ دعویٰ مرزا طاہر کی طرف سے ہے اور جواب منصور احمد نے دینا ہے۔ ہم ابھی سوچ رہے تھے کہ وفد بھیجنا چاہیے کہ ادھر سے ہمارے خلاف فیصلہ ہو گیا۔ جنیوا ہیومن رائٹس کمیشن کا فیصلہ ہمارے خلاف ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کے حقوق پامال کیے گئے ہیں اور دنیا میں ہر جگہ وہی فیصلہ ہمارے خلاف استعمال ہورہا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی ادارہ بات کرتا ہے تو قادیانی چپکے سے جنیوا ہیومن رائٹس کمیشن کا فیصلہ اس کے سامنے رکھتے ہیں کہ عالمی ادارے کا فیصلہ ہے اور وہ فیصلہ ہمارے خلاف استعمال ہوتا ہے۔

یہ میں نے دو تجربے عرض کیے ہیں۔ بین الاقوامی فورموں کا تجربہ یہ ہے کہ جہاں ہم نے خود جا کر کیس لڑا ہے وہاں ہم جیتے ہیں، اور جہاں ہم نے سفارتی ذرائع پر اعتماد کیا ہے وہاں ہارے ہیں، اور آئندہ بھی ایسے ہی ہوگا۔ جب فیصلہ بین الاقوامی سطح پر یورپی یونین، جنیوا ہیومن رائٹس کمیشن اور اقوام متحدہ کی کسی کمیٹی نے کرنا ہے تو ہمیں کیس خود لڑنا ہوگا۔ مثلاً ہائی کورٹ میں میرے خلاف کیس ہے اگرچہ غلط ہے لیکن مجھے کیس لڑنا تو ہوگا خواہ کیسا بھی ہے۔

میں نے ختمِ نبوت کی جدوجہد کے چار دائرے ذکر کیے ہے۔ اس وقت ہم ان چار محاذوں پر سامنا کر رہے ہیں، کہیں اچھے طریقے سے اور کہیں نرم طریقے سے، اس جدوجہد میں ہماری ضروریات کیا ہیں؟ اس پر میں دو باتیں عرض کرنا چاہوں گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ ہمیں اپنی جدوجہد اس جذبے سے کرنی چاہیے کہ اگر ہم ڈھیلے پڑ گئے تو

سب کچھ ڈھیلا پڑ جائے گا۔ اس وقت بھی ہم سے مطالبہ اور دباؤ ہے کہ قادیانیوں کے بارے میں قوانین ختم کرو۔ اس کے مقابلے میں عوامی دباؤ کی ضرورت ہے۔ پبلک پریشر میں سب سے بڑی بات تمام مکاتبِ فکر کی وحدت ہے۔ یہ ہماری ضرورت ہے کہ تمام مکاتبِ فکر وقتاً فوقتاً اپنی وحدت کا اظہار کرتے رہیں کہ ختمِ نبوت کے مسئلے پر ہم ایک ہیں اور ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جس دن ہم نے اس وحدت میں دراڑ برداشت کر لی تو یہ کیس ہارنے والی بات ہو گی۔ یہ بات نوٹ کر لیں کہ امت کہلانے والے سارے اکٹھے ہیں، ہمیں وقتاً فوقتاً یہ شو کرنا پڑے گا، اکٹھے تو ہیں لیکن اس کا اظہار بھی کرتے رہنا ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ ہم اس کیس کو آج کی زبان میں لڑیں۔ ہائی کورٹ میں جمعہ کی تقریر نہیں چلتی، وکیل کے دلائل چلتے ہیں۔ سیشن کورٹ میں فجر کے بعد والا درس نہیں چلتا، وہاں وکیل کی بحث چلتی ہے۔ اس لیے ہمیں بین الاقوامی اداروں میں جانا ہوگا، جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ کی طرح جانا ہوگا، اور اس لیول پر اسی زبان میں جنگ لڑنا ہوگی۔ اپنی وحدت کا اظہار اور مسلسل آواز بلند کرتے رہنا، اور جہاں کیس لڑا جا رہا ہے وہاں جا کر اس ماحول کے مطابق اس لیول پر کیس لڑنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دیں اور ہمیں یہ ذوق عطا فرمائیں کہ ہم ہر مورچے اور ہر میدان میں اپنے اور اپنی نئی نسل کے ایمان و عقیدہ کا تحفظ کر سکیں۔ آمین یا رب العالمین۔

✿✿✿✿

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

مولانا محمد اکبرؒ جہاں جامعہ قاسم العلوم ملتان کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین تھے۔ وہاں تحریک ختم نبوت کے سرپرستوں میں سے تھے۔ راقم نے بارہا جامعہ قاسم العلوم کی جامع مسجد میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کیا۔ جب بھی ان سے رابطہ کیا اور جمعہ پر بیان کرنے کی اجازت طلب کی تو انتہائی محبت کے ساتھ فرمایا آپ کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں، جب چاہیں آ کر بیان کریں۔ جمعہ کے علاوہ بھی کئی مرتبہ ظہر یا عصر کی نماز میں حاضری ہوتی تو فرماتے کہ کیا پروگرام ہے؟ صرف نماز پڑھنے کے لئے آئے ہو یا بیان کے لئے بھی۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے قرب و جوار میں کئی ایک ہاسٹل ہیں، جہاں عصری طلبا اسٹوڈنٹس قیام پذیر ہوتے ہیں۔ قادیانیت سمیت تمام گمراہ طبقات کا شکار یہی نوجوان طبقے ہیں تو ان نوجوانوں کو عقیدۂ ختم نبوت کے متعلق بار بار سمجھاتے رہنا چاہئے۔ یہی نسل آگے چل کر قوم کی قسمت کے فیصلے کرے گی، تو جب تک ان کا ایمان صحیح نہیں ہوگا تو یہ دین اور اس کی اقدار کا کیسے تحفظ کریں گے؟ تو آپ وقتاً فوقتاً تشریف لا کر ان کی ذہن سازی فرمایا کریں، مولانا چونکہ مصروف ترین انسان تھے تو ان سے مجلسیں تو نہ ہو سکیں، لیکن جب بھی راقم نے جامعہ کی مسجد میں بیان کیا تو حضرت موصوف نہ صرف بیان میں موجود رہتے بلکہ راہنمائی بھی فرماتے۔ آپ مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ اور حضرت مولانا عبدالخالقؒ جو جامعہ دارالعلوم کبیر والا کے بانی تھے اور صدر صاحب کے نام سے مشہور تھے کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے۔ جامعہ سے فراغت کے بعد جامعہ میں ہی ساری زندگی گزار دی۔ آپ اگرچہ پشتون تھے لیکن اردو صاف ستھری بولتے تھے۔ آپ کے فرزندان گرامی شکلاً تو پشتون معلوم ہوتے ہیں اور ہیں بھی پشتون، لیکن اردو کے ساتھ ساتھ سرائیکی زبان پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔ جامعہ قاسم العلوم کے طلبا و اساتذہ کرام صرف سیاسی ذہن ہی نہیں رکھتے بلکہ عملی سیاست میں بھی حصہ لیتے ہیں، آپ کے ایک فرزند جمعیت علماء اسلام سٹی ملتان کے امیر ہیں اور تحریک ختم نبوت کے جانباز مجاہد ہیں۔ حضرت موصوف ان تمام معاملات کی سرپرستی فرماتے تھے۔ مولانا مرحوم ایک قائد جمعیت (مولانا مفتی محمودؒ) کے شاگرد اور دوسرے قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کے استاذ ہیں۔ چونکہ استاذ محترم مفتی محمودؒ 1974ء کی تحریک ختم نبوت کے مجاہدین اور قائدین میں سے تھے اور 1953ء کی تحریک کے اسیران میں سے، تو ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک کے جذبات انہیں اپنے استاذ سے وراثت میں ملے تھے۔ ان کی زندگی تعلیم و تعلم اور درس و تدریس میں گزری اور ملتان میں ہی ساری زندگی گزار دی۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ میری مولانا فضل الرحمٰن سے اسلام آباد میں ملاقات ہوئی تو کوئی ایک سیاسی زعماء اور غیر سیاسی حضرات بھی تشریف فرما تھے، تو مولانا نے میرا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ: ”یہ میرے استاذ ہیں“ میں نے کہا کہ کبھی ہوتا تھا، اب تو آپ استاذ ہیں۔“ مولانا محمد اکبرؒ کی وفات سے اہل ملتان نہ صرف جرأت مند، بہادر، زیرک عالم دین اور استاذ الحدیث سے محروم ہو گئے بلکہ ایک دعا گو سے بھی محروم ہو گئے، نیز آپ ان شخصیات میں سے تھے جن کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے: ”اذا رؤو ذکر اللہ“ جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آ جائے اور آپ کی وفات ”موتُ العالِمِ موتُ العالَم“ کا مصداق ہے۔ آپ نے ۷؍دسمبر 2020ء کو انتقال فرمایا، ساڑھے گیارہ بجے آپ کی جامعہ قاسم العلوم ملتان میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ کو آبائی علاقہ عظیم کلہ شاہ منصور میں سپرد خاک کیا گیا۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان کے ہزاروں تربیت یافتگان آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ اللہ پاک انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

مرزا قادیانی کی جھوٹی پیشگوئیاں!

پانچویں قسط

مولانا سعد کامران

کچھ دنوں کے بعد یعنی 29/ اپریل 1905ء کو مرزا صاحب نے ایک اور اشتہار شائع کروایا، جس میں ذکر تھا کہ زلزلہ کے خوف سے مرزا صاحب نے اپنا گھر بھی چھوڑ دیا، کیونکہ مرزا صاحب کے مطابق زلزلہ بس آنے ہی والا تھا۔ اشتہار کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

”آج 29/ اپریل 1905ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے دوسری مرتبہ کے زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے۔ یہ بات آسمان پر قرار پاچکی ہے کہ ایک شدید آفت سخت تباہی ڈالنے والی اس دنیا پر آوے گی۔ جس کا نام خدا تعالیٰ نے بار بار زلزلہ رکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا کچھ دنوں کے بعد اس کو ظاہر فرماوے گا۔ مگر بار بار خبر دینے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بہت دور نہیں۔“ (مجموعہ اشتہارات، ج:2، ص:645، اشتہار 29/ اپریل 1905ء دو جلدوں والا جدید ایڈیشن)، (مجموعہ اشتہارات، ج:3، ص:525، اشتہار 29/ اپریل 1905ء، تین جلدوں والا پرانا ایڈیشن)

مرزا صاحب اپنے 11/ مئی 1905ء کے اشتہار میں مزید لکھتے ہیں:

”زلزلے آویں گے مگر تاریخ مقرر نہیں۔ مجھے اب تک قطعی طور پر یہ بھی معلوم نہیں کہ اس زلزلہ سے درحقیقت ظاہری زلزلہ مراد ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے زلزلے کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے، اس خوف کو لازم سمجھ کہ میں خیموں میں گزارا کرتا ہوں۔ ایک ہزار کے قریب خرچ ہوچکا ہے۔ اس قدر خرچ کون اٹھا سکتا ہے۔ بجز اس کے کہ سچے دل سے آنے والے حادثے پر یقین رکھتا ہو۔ مجھے بعد میں زلزلہ کی نسبت یہ بھی الہام ہوا تھا۔” پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔“ اجتہادی طور پر یہ خیال گزرتا ہے کہ ظاہر الفاظ وحی کے یہ چاہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی بہار کے ایام میں پوری ہوگی۔“ (مجموعہ اشتہارات، ج:2، ص:649، اشتہار 11/ مئی 1905ء دو جلدوں والا جدید ایڈیشن)، (مجموعہ اشتہارات، ج:3، ص:539، اشتہار 11/ مئی 1905ء، تین جلدوں والا پرانا ایڈیشن)

اب ایک اور حوالہ پڑھیں جس میں مرزا صاحب نے اس زلزلے کا اپنی زندگی میں ہی آنا یقینی بتایا:

”خدا تعالیٰ کا ایک الہام یہ بھی ہے کہ ”پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار کے دن ہوں گے، اور جیسا کہ بعض الہامات سے سمجھا جاتا تاغالباً صبح کا وقت ہوگا یا اس کے قریب، اور غالباً وہ وقت نزدیک ہے، جبکہ وہ پیشگوئی ظہور میں آجائے۔ اور ممکن ہے کہ خدا اس میں کچھ تاخیر ڈال دے (اس تاخیر کی تعیین بھی اسی صفحے میں کی گئی ہے) بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیشگوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک اور میرے ہی فائدے کے لئے ظہور میں آئے گی، اگر خدا تعالیٰ نے بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال میں، ضرور ہے کہ یہ میری زندگی میں ظہور میں آجائے۔“ (روحانی خزائن، ج۔21، ص:258) (تذکرہ، ص:454، جدید ایڈیشن 2004ء)

ایک اور جگہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ یہ پیشگوئی اگر میری زندگی میں پوری نہ ہوئی تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

”ایسا ہی آئندہ زلزلہ کی نسبت جو پیشگوئی ہے وہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں، اگر وہ آخر کو معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اس کا ظہور نہ ہوا تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، ص:92، مندرجہ روحانی خزائن، ج:21، ص:253)

ان ساری تحریرات سے درج ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

1: مرزا صاحب نے اپریل 1905ء کو ایک بہت بڑے زلزلے کی پیشگوئی کی۔

2: وہ زلزلہ بہت جلدی آنا تھا۔

3: مرزا صاحب نے اس زلزلے سے ڈر کر اپنے مریدوں کے ساتھ خیموں میں رہنا شروع کردیا۔

4: مرزا صاحب نے کہا کہ بہار کے مہینے میں زلزلہ آئے گا۔

5: جب ایک مہینہ خیموں میں انتظار کے بعد بھی زلزلہ نہیں آیا تو مرزا صاحب شرمندہ ہوکر اپنے مریدین کے ساتھ اپنے گھر واپس آگئے۔

6: مرزا صاحب نے کہا کہ یہ پیشگوئی ضرور میری زندگی میں پوری ہوگی۔

7: اگر یہ پیشگوئی مرزا صاحب کی زندگی میں پوری نہ ہوئی تو مرزا صاحب خدا کی طرف سے نہیں ہے، بلکہ ”کذاب“ ہے۔

معزز قارئین! اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو ذلیل کرنا تھا، اس لئے جس زلزلے کی پیشگوئی مرزا صاحب نے کی تھی وہ زلزلہ نہیں آیا۔

کچھ قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی اس زلزلے کی صورت میں پوری ہوئی جو 1906ء میں آیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خود مرزا صاحب نے 1907ء میں لکھا ہے:

”أریک زلزلۃ الساعۃ“

(یعنی میں تجھے وہ زلزلہ دکھاؤں گا جو قیامت کا نمونہ ہوگا)۔ (تذکرہ، ص: 611، جدید ایڈیشن،2004ء)

یعنی مرزا صاحب کو 1907ء میں بھی اس زلزلے کا انتظار تھا جس کے متعلق مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی، اور پھر یہ انتظار انتظار ہی رہا اور پیشگوئی پوری نہ ہو پائی، اس طرح مرزا صاحب اپنی اس پیشگوئی میں بھی ”کذاب“ ہوئے۔

مرزا صاحب کی جھوٹی پیشگوئی نمبر9:

مرزا صاحب کو پیشگوئیاں کرنے کا بہت شوق تھا اور مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیاں جھوٹی ہی نکلیں ہیں۔

آئیں مرزا صاحب کی ایک اور پیشگوئی کا جائزہ لیتے ہیں۔

مرزا صاحب نے ایک پیشگوئی 20رفروری 1886ء کو شائع کی، جس میں مرزا صاحب نے لکھا:

”خواتین مبارکہ میں سے جن کو تو بعض کو اس کے بعد پائے گا، تیری نسل بہت ہوگی، اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی، اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہوجائے گی اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا۔“

(تذکرہ، ص:111، جدید ایڈیشن، 2004ء)، (البشریٰ، ج:2،ص:6)

مرزا صاحب کے اس الہام سے تین باتیں پتہ چلتی ہیں:

دوروزہ تحفظ ختم نبوت کورس، لاہور

لاہور.......عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت یونٹ ہربنس پورہ لاہور کے زیر اہتمام دوروزہ تحفظ ختم نبوت کورس جامع مسجد صدیق اکبر مستقیم پارک منعقد ہوا۔ کورس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالنعیم، جمعیت علماء اسلام تحصیل شالامار کے امیر مولانا محمد امجد سعید، قاری ظہور الحق، مولانا خالد محمود، مولانا محمد ارشاد، مولانا سعید وقار، مولانا اخلاق احمد، محمد بلال ندیم، نعمان شاہ سمیت علماء، قرأ، اسٹوڈنٹس اور عوام الناس نے شرکت کی۔ شرکائے کورس کو عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت، حیات ونزول عیسیٰؑ، ظہور امام مہدی علیہ الرضوان اور مرزا قادیانی کے کذب، دجل اور فریب کے متعلق لیکچرز دیئے گئے۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت پر دین اسلام کی عظیم الشان عمارت استوار ہے۔ اسلام کا قلب و جگر وجان اور مرکز یہی عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ میں معمولی سی لچک یا نرمی انسان کو بلندی سے اٹھا کر کفر کی پستی میں پھینک دیتی ہے مرزا قادیانی نے انگریز کی ایماء پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ مرزا نے جیسے ہی نبوت کا دعویٰ کیا تو امت کے ہر طبقہ نے ان کو اسلام اور مسلمانوں سے الگ مانا اور اس فتنہ کے خلاف میدان میں نکلے اور مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا۔ مولانا عبدالنعیم نے کہا کہ پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ قیامت کی صبح تک کوئی نیا نبی اور رسول نہیں آئے گا اور اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ودجال اور مفتری ہوگا۔ امت مسلمہ کا یہ ہمیشہ سے معمول رہا ہے کہ جہاں بھی جب بھی کسی گستاخ نے ختم نبوت پر ڈاکا ڈالا پوری امت نے اس کے خلاف متحد ہوکر اس کے مقابلے میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کیا۔

1:.... نصرت بیگم کے نکاح کے بعد کئی عورتیں مرزا صاحب کے نکاح میں آئیں گی، اور ان سے اولاد بھی بہت ہوگی اور نسل بھی خوب پھیلے گی۔ (مرزا صاحب کی تیسری شادی نہیں ہوئی، لہٰذا یہ پیشگوئی بھی جھوٹی نکلی، اس کی تفصیل پیشگوئی نمبر ۲ گزر چکی ہے)۔

2:.... مرزا صاحب کے چچازاد بھائی مرزا امام الدین، مرزا نظام الدین اور مرزا کمال الدین دنیا سے لاولد ہی جائیں گے۔ (یعنی ان کی کوئی اولاد نہیں ہوگی) اور ان تینوں کی نسل منقطع ہوجائے گی۔

یہ پیشگوئی مرزا صاحب نے اس لئے کی کیونکہ مرزا صاحب کو پتہ تھا کہ ان کے چچازاد بھائی لاولد ہیں اور ان کی اولاد ہونے کا امکان نہیں ہے، لہٰذا مرزا صاحب نے یہ پیشگوئی شائع کردی کہ ان کی اولاد نہیں ہوسکتی۔

آیئے مزید جائزہ لیتے ہیں۔

مرزا صاحب کے دو چچا تھے۔ ایک چچا کے بیٹے کا نام حسن بیگ تھا، وہ مرزا صاحب کے دعویٰ سے پہلے ہی مفقود الخبر ہوچکا تھا۔

ایک نام امام الدین تھا، مرزا صاحب کے الہام کے وقت اس کی عمر 55 سال تھی اور اس کی اولاد نہیں تھی۔

تیسرے بیٹے کا نام کمال الدین تھا اور وہ جوانی میں ہی اپنا عضو تناسل کٹوا چکا تھا، لہٰذا اس کی اولاد ہونے کی کوئی امید نہیں تھی۔

چنانچہ مرزا صاحب کو قرائن سے یقین تھا کہ ان کے چچازاد بھائیوں کی اولاد نہیں ہوسکتی اور لگ بھی یہی رہا تھا کہ ان کی اولاد نہیں ہوگی، لہٰذا مرزا صاحب نے کہا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ ان کی کوئی اولاد نہیں ہوگی۔ لیکن خدا کی قدرت دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو ذلیل کرنا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کے چچازاد بھائی نظام الدین کے ہاں اولاد ہوئی اور بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ”گل محمد“ رکھا گیا اور گل محمد نہ صرف زندہ رہا بلکہ جوان بھی ہوگیا لیکن مرزا صاحب کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے کی ڈھٹائی دیکھیں، وہ لکھتے ہیں:

”اس وقت نظام الدین کا لڑکا ”گل محمد“ زندہ ہے اور بیعت میں داخل ہوچکا ہے، باقی سب کی اولاد نہیں رہی اور مرزا صاحب کا الہام پورا ہوا۔“

(سیرۃ المہدی، ج:1، ص:38، روایت نمبر 48، جدید ایڈیشن 2008ء)

خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی بھی جھوٹی نکلی اور ان کی چچازاد بھائیوں کی نسل ختم نہیں ہوئی، حالانکہ مرزا صاحب کے بقول ان کے چچازاد بھائیوں کے مزید اولاد نہیں ہوگی، اولاد ہوئی اور اس کا نام ”گل محمد“ رکھا گیا۔

:3 خدا ایک اجڑ ہوا گھر مرزا صاحب کی ذات سے آباد کرے گا۔

(مرزا صاحب کی تیسری پیشگوئی ”محمدی بیگم“ کے متعلق تھی جو جھوٹی نکلی اور محمدی بیگم کی شادی مرزا صاحب سے نہیں ہوسکی۔ اس کی تفصیل بھی پیشگوئی نمبر 6 میں گزر چکی ہے)۔

(مجموعہ اشتہارات، ج:1، ص:134,135، جدید ایڈیشن دوجلدوں والا 10/ جولائی 1888ء)، (مجموعہ اشتہارات، ج:1، ص:153 تا 158، پرانا ایڈیشن تین جلدوں والا، 10/ جولائی 1888ء)

(جاری ہے)

قادیانی ملزم مبارک احمد کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے: علمائے کرام

لاہور..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا عزیز الرحمن ثانی، قاری جمیل الرحمن اختر، میاں محمد رضوان نفیس، قاری علیم الدین شاکر، مولانا عبدالنعیم، مولانا محمد اشرف گجر، مولانا خالد محمود، قاری ظہور الحق، مولانا سعید وقار نے چناب نگر میں کھلم کھلا قادیانی غنڈہ گردی کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ قادیانی چناب نگر میں امن تباہ کر رہے ہیں۔ چناب نگر میں قادیانی غنڈہ گردی عروج پر رہی اور حکومت خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی رہی۔ قادیانیوں کا آئین وقانون کو ہاتھ میں لینے اور امن تباہ کرنے کی ہر کوشش کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ قادیانیوں کی طرف سے تحریف شدہ ترجمہ قرآن کی طباعت وتشہیر پر مرکزی ملزم مبارک احمد قادیانی کو آئین اور قانون کے مطابق کڑی سزا دی جائے۔ اس قانونی اقدام پر قادیانی چناب نگر تھانے کا گھیراؤ کر کے غیر قانونی احتجاج کے ذریعے ملزم کو رہا کروانا چاہتے ہیں۔ علمائے کرام نے قادیانی غنڈہ گردی کی شدید مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ قادیانی ملزم مبارک احمد کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے اور کسی بھی قسم کا دباؤ قبول نہ کیا جائے۔ چناب نگر میں امن وامان کو ہر صورت برقرار رکھا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت اور انتظامیہ نے ماورائے قانون وعدالت ملزم کو رہا کیا تو عاشقان رسول ملک بھر میں احتجاجی تحریک چلانے کا آغاز کریں گے۔ قادیانیوں نے چناب نگر کے اندر ریاست کی رٹ کو چیلنج کیا ہے اور ریاست کے اندر ریاست بنائی ہوئی ہے۔ حکومت چناب نگر میں اپنی رٹ کو بحال کرے اور قادیانیوں کو آئین اور قانون کا پابند بنائے۔

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: ۳۱؍جنوری ۱۹۹۱ء)

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

ضلع اٹک کے اسّی، نوے دیہات وقصبات پر مشتمل مجموعہ کو علاقہ چھچھ کہتے ہیں جو دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے۔ چھچھ میں اس کثرت سے علماء ومشائخ پیدا ہوئے کہ ان کو اس علاقہ کا ’’بخارا‘‘ قرار دیا گیا۔ علاقہ چھچھ کا مرکزی شہر ’’حضرو‘‘ ہے جو آج کل ضلع اٹک کی تحصیل کا ہیڈکوارٹر ہے۔ حضرو کے ایک گاؤں کا نام ’’بہبودی‘‘ ہے۔ چھچھ کے راستہ سے فاتح ہند جناب محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ معروف مسلمان حکمران گزرے۔ آپ کے ساتھ جو کارواں تھا۔ ان میں پختون قبائل کا ایک قبیلہ ’’یوسف خیل‘‘ بھی تھا۔ اس یوسف خیل قبیلہ کے جد اعلیٰ نے یہاں ’’بہبودی‘‘ میں رہائش رکھ لی اور پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ اس قبیلہ میں آگے چل کر نامور عالم دین، بزرگ رہنما، صوفی کامل، مرشد ومخدوم، معقول و منقول کے متبحر، فاضل زمانہ، یادگار اسلاف شخصیت پیدا ہوئی جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوری تھا۔ اس زمانہ میں آج کے ’’اٹک‘‘ کا نام ’’کیمل پور‘‘ تھا۔ اس مناسبت سے حضرت مرحوم کو کیمل پوری رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا تھا۔ یہ نام سن کر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فی البدیہہ فرمایا تھا کہ مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوری نہیں یہ کامل پورے ہیں۔ چنانچہ اس دن سے آپ مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم ہوئے۔ حضرت مولانا کامل پوری، جامعہ مظاہر العلوم سہارن پور، خیرالمدارس ملتان اور ٹنڈو الہ یار خان میں بھی حدیث شریف پڑھاتے رہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو خلافت بھی عنایت ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے تھے۔ حضرت مولانا عبیدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قاری سعید الرحمن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی محمد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا عبیدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی محمد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ برطانیہ کے شہر شیفیلڈ میں رہتے تھے۔ مولانا قاری سعیدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی کے بانی ومہتمم تھے۔ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے قیام سہارن پور کے دوران ۱۹۳۹ء میں وہیں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ کے دور اور نورانی ماحول میں مولانا مفتی احمد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ کھولی۔ بڑے ہوئے تو انہی حضرات کے زیر سایہ مظاہر العلوم میں ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا۔ پاکستان میں اپنے والدگرامی کے ساتھ جامعہ خیرالمدارس ملتان، دارالعلوم ٹنڈوالہ یار خان، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں تعلیم حاصل کی۔ پھر جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ’’تکمیل‘‘ کے لئے تشریف لائے۔ تکمیل کی تعلیم کیا مکمل کی کہ ’’کامل پوری‘‘ کا صاحبزادہ ’’مکمل طور‘‘ پر اپنے تکمیل کے استاذ حضرت شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا ’’کامل جانشین‘‘ بن گیا۔ زہے نصیب۔ دنیا لائے اس کی کوئی مثال؟

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے تکمیل کے بعد حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں معاون مدرس اور معاون مفتی مقرر فرمادیا۔ یہاں سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وعملی سفر کا آغاز ہوا۔ کس تیزی کے ساتھ آپ نے یہ سفر کیا۔ کس طرح اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر اپنے اکابر کی توقعات پر پورا اترے کہ ابھی تھوڑا وقت نہیں گزرا کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی احمد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ’’نسبتی بیٹا‘‘ بنالیا۔ پھر چشم فلک نے یہ بھی دیکھا کہ آپ نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ کا نائب مہتمم بنادیا۔ دنیا نے اس نظارہ کو بھی ملاحظہ کیا کہ مولانا مفتی احمد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تجربہ، تمام اساتذہ کی مشاورت، دعاؤں اور استخاروں کے بعد ’’حیاً میتاً‘‘ اپنا جانشین قرار دیا۔

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت بنوری علیہ الرحمۃ کے انتخاب کو لاجواب بنا دیا کہ مفتی احمد الرحمٰن علیہ الرحمۃ نے حضرت بنوری علیہ الرحمۃ کی امانت کا حق امانت ادا کیا۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کو بام عروج تک پہنچایا۔ ملیر، سہراب گوٹھ اور دیگر اکثر و بیشتر شاخیں حضرت مفتی احمد الرحمٰن علیہ الرحمۃ کے عہد اہتمام میں قائم ہوئیں۔ ان کی تمام ترقی حضرت مفتی احمد الرحمٰن علیہ الرحمۃ کی شبانہ روز اخلاص بھری کاوش کی رہین منت ہے۔

حضرت بنوری علیہ الرحمۃ نے عصر حاضر کے تمام فتنوں کے خلاف کلمہ حق بلند کیا۔ مساجد و مدارس کے تحفظ اور بقاء کے لئے صدائے حق بلند کی۔ ان تمام صفات میں بھی مولانا مفتی احمد الرحمٰن علیہ الرحمۃ آپ کے حقیقی جانشین ثابت ہوئے کہ آپ نے اپنے دور میں دین اسلام کی سربلندی اور ترویج واشاعت کے خلاف جہاں کسی سمت سے بھی کوئی آواز اٹھی آپ نے پوری توانائی سے اس کا ناطقہ بند کیا۔

حضرت بنوری علیہ الرحمۃ اپنے وقت میں نامور شیخ طریقت تھے۔ اس خوبی وکمال میں بھی مولانا مفتی احمد الرحمٰن علیہ الرحمۃ آپ کے جانشین ثابت ہوئے کہ آپ نے شیخ وقت مولانا عبدالعزیز سرگودھوی علیہ الرحمۃ سے بیعت وسلوک کے مراحل طے کئے۔ پھر حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کے خلیفہ، شیخ زمانہ مولانا فقیر محمد پشاوری علیہ الرحمۃ سے آپ کو خلافت ملی۔ دنیا جانتی ہے کہ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری علیہ الرحمۃ نے حرمین شریفین کے بکثرت سفر کئے اور وہاں آپ کی عبادت کا انہاک ضرب المثل تھا۔ اس خوبی میں مولانا مفتی احمد الرحمٰن علیہ الرحمۃ آپ کے جانشین ثابت ہوئے کہ بکثرت حرمین کے نہ صرف سفر کئے بلکہ وہاں عبادت اور لمبی مخلصانہ دعاؤں سے وہ منظر پیش کئے کہ ہمسفر حضرات آج بھی وہ بیان کرتے وقت گلوگیر ہو جاتے ہیں۔ حضرت بنوری علیہ الرحمۃ جمعیۃ علماء اسلام کے معاون و مددگار تھے۔ مولانا مفتی احمد الرحمٰن علیہ الرحمۃ نے اس صیغہ میں بھی آپ کی جانشینی کا حق ادا کیا کہ جمعیۃ علماء اسلام کراچی کے عرصہ تک امیر اور برابر اس کی تعمیر وترقی کے لئے کوشاں رہے۔

شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری علیہ الرحمۃ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نہ صرف امیر مرکزیہ تھے۔ بلکہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء بھی آپ کی امارت وقیادت میں چلی اور کامیابی سے سرفراز ہوئی۔ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن علیہ الرحمۃ کو اللہ رب العزت نے یہ اعزاز بھی بخشا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ وترویج کے لئے بھی جانشین کے طور پر آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت بنوری علیہ الرحمۃ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت قبول کرنے کے لئے مولانا خواجہ خان محمد علیہ الرحمۃ کو عالمی مجلس کا نائب امیر مقرر کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ اب دیکھئے جب حضرت بنوری علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا تو اس کے بعد سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کے موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جنرل کونسل کا اجلاس ۲۷؍دسمبر ۱۹۷۷ء کو چنیوٹ میں منعقد ہوا۔ اس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد علیہ الرحمۃ اور نائب امیر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری علیہ الرحمۃ کو منتخب کیا گیا۔ یہ انتخاب تین سال کے لئے تھا۔ اس اجلاس میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد علیہ الرحمۃ اپنی علالت کے باعث تشریف نہ لا سکے تھے۔ تین سال کے بعد پھر انتخابی اجلاس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جنرل کونسل کا ۸؍مارچ ۱۹۸۱ء کو دفتر مرکزیہ ملتان میں منعقد ہوا۔ یہ اجلاس حضرت مولانا خواجہ خان محمد علیہ الرحمۃ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ چنانچہ جنرل کونسل کا پہلا اجلاس جو حضرت مولانا خواجہ خان محمد علیہ الرحمۃ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس میں شرکاء اجلاس نے نائب امیر منتخب کرنے کا حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کو اختیار دے دیا۔ آپ نے اگلے لمحہ اعلان کر دیا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مولانا مفتی احمد الرحمٰن علیہ الرحمۃ ہوں گے۔ چنانچہ جنرل کونسل کے اجلاس کے چار ماہ بعد ۹؍اگست ۱۹۸۱ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا ملتان دفتر میں اجلاس ہوا۔ اس میں حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن علیہ الرحمۃ پہلی بار بطور نائب امیر کے شریک ہوئے۔

اس اجلاس کے تین فیصلے ایسے ہیں جن کی نسبت سو فیصد یقین سے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن علیہ الرحمۃ کی طرف کی جانی چاہئے:

۱...... یہ کہ کراچی میں مجلس کا دفتر ایم۔اے جناح روڈ بالمقابل ریڈیو اسٹیشن تھا۔ اس عمارت کا نام سائرہ مینشن تھا۔ وہ عمارت خاصی پرانی ہوگئی تو دفتر وہاں سے موجودہ جگہ مسجد باب الرحمت پرانی نمائش میں منتقل ہو چکا تھا۔ یہ مسجد اور اس کے ساتھ عمارت بھی خاصی پرانی تھی۔ گزارہ تو مجبوری سے ہو رہا تھا۔ لیکن دفتر کی ضروریات کے لئے قطعاً ناموزوں تھی۔ آج کے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ اس مسجد کی تعمیر جدید کی جائے۔ دفتر لائبریری کے لئے خوبصورت نقشہ منظور کرایا جائے۔ میں

تسلیم کرتا ہوں کہ آج کی موجودہ مسجد باب الرحمت اور موجودہ دفتر کی کوہ قامت عمارت کی تعمیر میں شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا منظور احمد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (جوان دنوں کراچی مجلس کے ناظم تبلیغ تھے)، جناب عبدالرحمٰن یعقوب باوا (جو ان دنوں کراچی مجلس کے ناظم اعلیٰ تھے)، ان سب حضرات کا بہت بڑا کردار ہے۔ لیکن کبھی نہ اس حقیقت کو فراموش کیا جاسکے گا کہ ان تمام حضرات کی قیادت و سیادت حضرت مولانا مفتی احمدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے تھے جو اس وقت مرکزی نائب امیر اور کراچی مجلس کے امیر تھے۔ آپ کی قیادت میں متذکرہ دو حضرات نے کام کا آغاز کیا اور شیخین کریمین، مولانا مفتی احمد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سرپرستی فرمائی تو یہ عالمی مجلس کراچی کا دفتر اور مسجد کا موجودہ منظر امت کو دعوت نظارہ دینے لگا۔

۲...... اس ۹؍اگست ۱۹۸۱ء کے اجلاس میں ہی موجودہ امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا رکن منتخب کیا گیا۔ اس کی نسبت بھی یقیناً حضرت مولانا مفتی احمدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کرنا عین انصاف ہے۔

۳...... اس اجلاس میں مسلم کالونی چناب نگر مسجد و مدرسہ کی تعمیرات جو جاری تھیں ان کی توسیع و ترقی کے فیصلے کئے گئے۔ ان میں ایک فیصلہ یہ بھی تھا کہ چناب نگر میں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کی داغ بیل ڈالی جائے۔ ۹؍اگست ۱۹۸۱ء کو یہ فیصلہ ہوا کہ ۷؍ستمبر ۱۹۸۱ء کو ختم نبوت کانفرنس مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر منعقد کرنے کا اعلان کردیا گیا۔ حکومت نے اس وقت کے رفقاء کرام مولانا خدا بخش شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرات کو پیشکش کی کہ آپ بجائے مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن پر یہ اجتماع منعقد کرنے کے مسلم کالونی اپنی مسجد و مدرسہ میں منعقد کرلیں۔ ان حضرات نے حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ لیا۔ دونوں حضرات نے فرمایا کہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس حکومتی پیشکش کو قبول کرلیں۔ چنانچہ یہ ۷؍ستمبر ۱۹۸۱ء کو مسلم کالونی چناب نگر میں ایک روزہ ختم نبوت کانفرنس بغیر کسی تیاری کے منعقد کی گئی۔ قرب و جوار میں جو اعلان ہوا نزدیک کے بھی بہت سارے حضرات آگئے۔ خوب رش ہوگیا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالقادر آزاد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات کے بیانات ہوئے اور عصر تک دعائے خیر ہوگئی۔ یہ اجلاس ایک متبادل تجویز کے طور پر منعقد ہوا۔ لیکن اگلے سال ۱۹۸۲ء کی پہلی ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کے لئے اس کانفرنس کو بنیاد کا درجہ حاصل ہوگیا۔ چنانچہ ۲۵؍مئی ۱۹۸۲ء کو عالمی مجلس کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس ۶؍ستمبر کو مسلم کالونی چناب نگر میں منعقد کی جائے۔

قارئین! دیکھئے کہ اس امر (فیصلہ نمبر ۳) کو میں نے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اس لئے بیان کیا ہے کہ اس اجلاس میں سالانہ پہلی ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کی تیاری کے لئے جو سب سے پہلی استقبالیہ تجویز ہوئی۔ اس کے صدر کے لئے مولانا محمد اشرف ہمدانی مرحوم اور سیکرٹری کے لئے فقیر راقم کا نام حضرت مولانا احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز فرمایا تھا۔ جس کی پوری ہاؤس نے تائید فرمائی۔ فقیر راقم کو ان دنوں مجلس کے بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کا ڈھنگ بھی نہ آتا تھا۔ حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی ذرہ نوازی نے ایک لمحہ میں کہاں سے کہاں پہنچادیا۔ دیکھئے حضرت مرحوم پر سوانحی مضمون لکھتے لکھتے کس طرح اپنی مدح سرائی پر آکر تان توڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔ لیکن اپنے محسن و مخدوم کو کوئی بھول سکتا ہے کہ فقیر کی صف اوّل میں جگہ بنانے کے لئے پہل حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔ خیر کانفرنس ہوئی لیکن آب و تاب سے اس کانفرنس میں حضرت مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ خود بھی تشریف لائے۔ دوسرے روز ظہر کے بعد کے اجلاس سے خطاب بھی فرمایا۔ مسجد و مدرسہ اور ان کی تعمیرات کو بھی دیکھا۔

آیئے! قارئین ذرا چلتے ہیں کہ واقعات کی کڑیاں مل جائیں۔ شیخ الاسلام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے عہد امارت میں چناب نگر کو کھلا شہر قرار دیا گیا۔ مساجد و مدارس قائم ہوئے۔ ان کے سنگ بنیاد کی تقریب کرنا تھی۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس میں تشریف لانا تھا۔ بار بار اعلانات ہوئے تاریخیں مقرر ہوئیں۔ لیکن قدرت کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف نہ لاسکے۔ اب ذرا تاریخ کے تسلسل پر نظر ڈالئے۔ ۱۹۷۴ء میں فیصلہ ہوا۔ ۱۹۷۵ء میں مجلس نے چناب نگر میں اپنے کام کا

آغاز کیا۔ ۱۹۷۶ء میں مسلم کالونی کی حکومت نے اسکیم منظور کی۔ مسجد مدرسہ کے لئے عالمی مجلس کو پلاٹ حاصل ہوا۔ یہاں کام کا آغاز ہوا۔ خواہش، کوشش، اعلان و اہتمام کے باوجود حضرت بنوریؒ تشریف نہ لاسکے۔ پلاٹ پر کام کا آغاز ہوا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے بسم اللہ کرادی۔ چھوٹے اجتماع کرکے کام آگے بڑھتا رہا۔ آج ساری محنتوں کو ملک بھر کے عوام نے شریک نظارہ ہوکر ملاحظہ کرنا تھا تو حضرت بنوریؒ کے دو جانشین حضرات حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کو اس مبارک موقع پر قدرت نے قیادت وسیادت سے سرفراز فرمایا۔ یاد ایسے پڑتا ہے کہ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ نے چناب نگر کی سالانہ پہلی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کیا فرمائی کہ زندگی بھر پھر ناغہ نہیں فرمایا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی امارت، مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کی نائب امارت کے دور میں ۲۷/اپریل ۱۹۸۳ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ اس میں قادیانیوں کی غنڈہ گردی جہلم چپ بورڈ فیکٹری سے مسلمان مزدوروں پر فائرنگ، شیخوپورہ میں مولانا عبدالہادی مرحوم پر حملہ، سیالکوٹ سے جناب اسلم قریشی کے اغوا اور دیگر عوامل پر غور وخوض کیا گیا۔

اس اجلاس میں قادیانی غنڈہ گردی کے بیان پر مولانا تاج محمودؒ سخت دل گرفتہ ہوئے تو یہ بات ریکارڈ کا حصہ ہے کہ اس موقع پر حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ نے اجلاس کو حوصلہ دیا۔ حوصلہ کیا دیا بلکہ حضرت بنوریؒ کی جانشینی اور حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی ترجمانی سے ایسے گفتگو فرمائی کہ اسے پورے اجلاس کا ثمرہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسی اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا احیاء کیا جائے۔ حضرت مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، حکیم عبدالرحمٰن آزادؒ، جناب ریاض الحسن گنگوہیؒ نے مرکزی مجلس عمل کے احیاء کے لئے جہاں کوشش فرمائی۔ وہاں اندرون سندھ اور بالخصوص کراچی میں اس کا احیاء اور سرپرستی حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ نے فرمائی۔ کراچی میں ۱۹/اپریل ۱۹۸۴ء کو نشتر پارک میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کا تمام تر انتظام حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ نے فرمایا۔ مجلس کے تمام رفقاء کو آپ نے سراپا تیاری بنادیا۔ کانفرنس بڑی آب وتاب سے منعقد ہوئی۔ اس کا خطبہ استقبالیہ بحیثیت استقبالیہ کے سربراہ کے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ نے پڑھا۔ اس کانفرنس سے مولانا خواجہ خان محمدؒ، مولانا زاہدالراشدی، مولانا ضیاء القاسمیؒ، مولانا اسفندیار، مولانا احسان الٰہی ظہیرؒ، مولانا مفتی مختار احمد نعیمیؒ، مولانا محمد لقمان علی پوریؒ اور دیگر حضرات نے حضرت مولانا احمد الرحمٰنؒ کی قیادت وسیادت میں خطاب فرمایا۔ اس سے قبل مجلس کے تحت فیصل آباد، سیالکوٹ، کوئٹہ، حیدرآباد میں کانفرنسیں ہوچکی تھیں۔ کراچی کی یہ کانفرنس آخری کانفرنس تھی۔ ۲۷/اپریل ۱۹۸۴ء کو راولپنڈی راجہ بازار میں آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس اور اس میں آئندہ کے لائحہ عمل کا اعلان کرنے کے پروگرام کا اعلان کیا گیا۔ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے مذاکرات کے لئے مجلس عمل کے وفد کو ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو ملاقات کے لئے دعوت دی۔ چنانچہ یہ وفد حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی سربراہی میں جنرل محمد ضیاء الحقؒ سے ملا۔ اس وفد میں میرے مخدوم وممدوح مفتی احمد الرحمٰنؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا عبدالقادر روپڑیؒ، مولانا قاضی اسرار الحقؒ، جناب خاقان بابرؒ، مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ، مولانا مفتی زین العابدینؒ، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ شامل تھے۔ اس وفد کے سامنے جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے امتناع قادیانیت آرڈیننس پر دستخط کئے۔ پروردگار عالم تیری قدرت کے اپنے فیصلے ہیں۔ اگر کل ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا تو تب اس کام کی سربراہی کا اعزاز مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کو حاصل تھا۔ آج ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کے جس وفد نے جنرل محمد ضیاء الحق سے امتناع قادیانیت آرڈیننس پر دستخط کرانے کا اعزاز حاصل کیا ان کے ماتھے کا جھومر مولانا احمد الرحمٰنؒ کی ذات گرامی ہے۔

قارئین! ان تفصیلات کو میں یہاں چھوڑتا ہوں۔ اس آرڈیننس کے بعد مرزا طاہر نے پاکستان سے لندن کے لئے مجرمانہ فرار اختیار کیا۔ اگلے سال یعنی اگست ۱۹۸۵ء کو برطانیہ میں پہلی سالانہ ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔ اس میں دیگر قائدین کے ساتھ ویمبلے ختم نبوت کانفرنس میں مولانا خواجہ خان محمدؒ کے ایک جانب مولانا سید اسعد مدنیؒ تھے تو دوسری جانب مولانا احمد الرحمٰنؒ تھے۔ دیانتداری کی بات ہے کہ ختم نبوت کانفرنس کی تیاری وانعقاد میں مولانا محمد ضیاء

القاسمی ؒ، مولانا عبدالحفیظ مکی، مولانا منظور احمد چنیوٹی ؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ، جناب عبدالرحمٰن یعقوب باوا، مولانا منظور احمد الحسینی ؒ، حضرت مولانا یوسف متالاؒ جہاں نمایاں نظر آتے ہیں۔ وہاں جمعیۃ علماء برطانیہ کی پوری قیادت بھی شریک عمل تھی۔ اس وقت جمعیۃ علماء برطانیہ کے صدر مولانا عبیدالرحمٰن تھے جو مولانا مفتی احمد الرحمٰن ؒ کے بڑے بھائی تھے اور جمعیۃ علماء برطانیہ کے روح رواں مولانا مفتی محمد اسلم صاحب تھے۔ جو مولانا مفتی احمد الرحمٰن ؒ کے شاگرد رشید تھے۔ غرض اس دن سے لے کر آج تک سالانہ ختم نبوت کانفرنس برطانیہ کی کامیابی میں جن حضرات کے وجود مسعود کی برکتوں کا ظہور نمایاں نظر آرہا ہے۔ ان میں مولانا مفتی احمد الرحمٰن ؒ بھی تھے۔

۲۰/جنوری ۱۹۸۴ء کو عالمی مجلس کے مرکزی رہنما مولانا تاج محمود ؒ کے وصال پر مولانا مفتی احمد الرحمٰن ؒ فیصل آباد تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ ۱۴/فروری ۱۹۸۵ء میں مولانا محمد شریف جالندھری ؒ کا ملتان میں وصال ہوا۔ ان کے جنازہ میں حضرت مفتی احمد الرحمٰن ؒ تشریف لائے۔ ۷/جولائی ۱۹۸۵ء کو دفتر مرکزیہ ملتان میں عالمی مجلس کی مرکزی جنرل کونسل کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مولانا خواجہ خان محمد ؒ کو امیر مرکزیہ منتخب کیا گیا اور مرکزی نائب امیر کے لئے مولانا احمد الرحمٰن ؒ دوسری بار منتخب ہوئے۔ اس اجلاس کی کارروائی میں درج ہے کہ مولانا مفتی احمد الرحمٰن ؒ اپنی مصروفیت کی وجہ سے معذرت کے لئے کھڑے ہوئے لیکن سینکڑوں افراد پر مشتمل مرکزی جنرل کونسل نے متفقہ طور پر درخواست کی کہ حضرت آپ ہی نائب امارت قبول فرمائیں۔ ادھر حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ اور مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری مدظلہ نے بھی فرمایا تو حضرت مفتی احمد الرحمٰن ؒ کی کریم النفسی کا ملاحظہ ہو کہ ایک لفظ کہے بغیر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے تو میرے معذرت کرنے کی کیا مجال ہے۔

پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ پہلی ختم نبوت کانفرنس برطانیہ کے لئے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن ؒ کا تشریف لے جانا اس کی کامیابی میں آپ کا اثر ورسوخ اور ذاتی وجاہت نے کافی اثر دکھایا۔ کانفرنس کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے لندن میں اپنا ملکیتی دفتر قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن ؒ کی قیادت میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ؒ، حضرت مولانا منظور احمد الحسینی ؒ، حاجی عبدالرحمٰن یعقوب باوا نے اس کے لئے عرب امارات کا دس روزہ دورہ کیا جو انتہائی کامیاب رہا اور لندن دفتر کی خریداری کے لئے خاصی امداد یہاں سے حاصل ہوئی۔ اللہ رب العزت بہت ہی جزائے دیں۔ مولانا خلیل احمد ہزاروی، الحاج محمد رفیق صابری ؒ، جناب اشتیاق حسین کو انہوں نے بہت ہی مخلصانہ جدوجہد میں ان اکابر کی تشریف آوری سے بھرپور مدد فراہم کردی۔ غرض کراچی دفتر سے لندن دفتر تک حضرت مفتی احمد الرحمٰن ؒ کا قائدانہ کردار ختم نبوت تحریک کا حصہ ہے۔

عالمی مجلس کی مرکزی مجلس شوریٰ کا ۲۶/مارچ ۱۹۸۸ء کے اجلاس میں لندن دفتر کے لئے حضرت مولانا منظور احمد الحسینی ؒ کی تقرری کی تجویز حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن ؒ نے دی تھی۔ یہ کتنی صائب تھی۔ اسے ہر باخبر آدمی جانتا ہے۔ ۱۴/اکتوبر ۱۹۸۸ء کو سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے موقع پر عالمی مجلس کی جنرل کونسل کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی کارروائی میں جنرل کونسل کے ۱۶۸/ممبران نے شرکت فرمائی۔ اس اجلاس کی حاضری میں تیسرے نمبر پر حضرت مولانا مفتی الرحمٰن ؒ کے دستخط ہیں اور ۱۶۸ یعنی آخری نمبر پر حضرت مولانا محمد جمیل خان ؒ کے۔ اس اجلاس میں تیسری بار حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن ؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بالاتفاق نائب امیر منتخب ہوئے۔ اس کے بعد ۲۵/فروری ۱۹۹۰ء کے مرکزی شوریٰ کے اجلاس میں شرکت سے حضرت مفتی صاحب نے سرفراز فرمایا۔ اس اجلاس کے ٹھیک گیارہ ماہ بعد ۳۱/جنوری ۱۹۹۱ء کو کراچی میں واصل بحق ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

وفاق المدارس کی نائب صدارت، پھر ناظم عمومی، سواد اعظم کی تشکیل، سنی محاذ کی صدارت، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت غرض کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں حضرت مفتی صاحب ؒ نے حصہ نہ لیا ہو اور پھر قدرت کا کرم یہ کہ جہاں تشریف لے گئے۔ قدرت نے انہیں نمایاں کیا۔ قیادت سے سرفراز فرمایا وہ بہت بڑی دینی شخصیت حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری ؒ کے صاحبزادہ، عالم اسلام کی معروف شخصیت حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ کے جانشین تھے۔ قدرت نے حضرت مفتی صاحب ؒ کو بھی واقعی طور پر ان حضرات کے منصب کی وراثت کا اہل بنادیا۔

(چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ، ج:۱،ص:۱۸۰)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے
دعوتی و تبلیغی اسفار

مدرسہ ختم النبیین میں حاضری: خاتم النبیین کوٹری کے بانی، مجاہد ختم نبوت، عارف باللہ مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کے بڑے بھائی مولانا رب نوازؒ تھے، جبکہ سنگ بنیاد مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ نے رکھا۔ مولانا رب نواز کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد عاصم مدظلہ نے مسجد و مدرسہ، خانقاہ کا نظم سنبھالا بلکہ سنبھالنے کا حق ادا کردیا۔ موخرالذکر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوٹری ضلع جامشورو کے ذمہ دار ہیں۔ مدرسہ میں 30 اساتذہ کرام کی نگرانی میں 500 طلبا و طالبات تعلیم و تربیت کی منازل طے کررہے ہیں۔ مسافر طلبا کی تعداد 100 ہے۔ مولانا محمد عاصم کی دعوت اور مولانا محمد ابرار ڈویژنل مبلغ کی معیت ورفاقت میں مدرسہ عربیہ خاتم النبیین کوٹری میں حاضری اور دونوں بزرگوں مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ اور ان کے بڑے بھائی مولانا رب نوازؒ کی یاد تازہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

لال رانگڑ (اچی تلی رانگڑ) میں جلسہ: مدرسہ انوارالاسلام لال رانگڑ میرپورخاص میں صبح 9 بجے سے ظہر کی نماز تک جلسہ دستار بندی و تقسیم اسناد منعقد ہوا، صدارت قاری محمد اشرف نے کی۔ جلسہ سے مولانا احمد علی سومرو، شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ میرپورخاص، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں مولانا مختار احمد اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے فضائل قرآن، عقیدہ ختم نبوت، سیرت النبی کے عنوان پر خطاب کیا۔ تلاوت قرآن کریم کی سعادت قاری محمد صادق سعیدی اور حمد و نعت حافظ محمد ذوہیب اور حافظ محمد حسن نے پیش کیں۔ رانگڑ راجپوت کو کہتے ہیں، یہ علاقہ راجپوتوں کا ہے۔ (حافظ محمد ذوہیب)

ختم نبوت کانفرنس دولت لغاری: 18؍دسمبر عشاء کے بعد جامع مسجد دولت لغاری میرپورخاص میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ صدارت مولانا محمد عثمان خطیب جامع مسجد نے کی، جبکہ مولانا مختار احمد مبلغ میرپورخاص، مرکزی مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے قادیانیوں کے کفریہ عقائد، ملک وملت کے خلاف سازشوں اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات پر روشنی ڈالی اور قادیانیوں کے کفریہ عقائد کی وجہ سے ان سے مکمل بائیکاٹ کا وعدہ لیا۔ دولت لغاری میں لغاری بلوچ کثرت سے آباد ہیں اور ان میں کچھ گھر قادیانیوں کے بھی ہیں۔ چند سال قبل قادیانیوں نے اپنے روایتی ہتھیار ''نوکری اور چھوکری'' کو استعمال میں لاتے ہوئے ایک نوجوان کو قادیانی بنالیا۔ دولت لغاری میں مجلس کا فعال یونٹ کام کررہا ہے۔ جس کے زیر اہتمام ہر ماہ ختم نبوت پر پروگرام ہوتا ہے۔ آج کا پروگرام اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا۔ مولانا شجاع آبادی کی تشریف آوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ (محمد دلشاد محمود)

کنری سندھ میں جلسہ: کنری مجلس کا پرانا مرکز ہے اور کنری میں قیام پاکستان کے متصلاً بعد سے مجلس کا یونٹ کام کررہا ہے۔ بشیر احمد قلندر، بابا بھورے خان، مستری برکت علی مجلس کنری کے ساتھیوں میں سے تھے۔ مستری برکت علیؒ کی طرف منسوب ایک ایمان افروز واقعہ بھی ہے۔ مستری برکت علی لوہاروں کا کام کرتے تھے۔ کلہاڑی تیز کررہے تھے کہ ایک قادیانی آیا اور مستری صاحب کو تبلیغ کرتا رہا۔ مستری صاحب جب کلہاڑی تیز کرکے فارغ ہوئے اور اٹھ کر مرزائی پر کلہاڑی سیدھی کرکے کہنے لگے: ''کہ مرزا قادیانی سور تھا، کتا تھا، کمینہ تھا، شرابی تھا، زانی تھا'' جیسے مستری صاحب کہتے گئے قادیانی کہتا گیا۔ اب مستری صاحب نے کلہاڑی قادیانی کو دی اور کہا کہ میں جیسے کہتا گیا تو کہتا گیا، اب کلہاڑی تیرے ہاتھ میں ہے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت بلند ہے آپ میرے ٹکڑے ٹکڑے کردیں میں کسی بزرگ کی بھی توہین کا تصور نہیں کرسکتا۔ سچے نبی اور جھوٹے مدعی نبوت کے پیروکار میں یہی فرق ہے۔

ایک اور واقعہ: ہمارے دادا پیر حضرت فضل علی قریشیؒ کے ایک خلیفہ اور خادم حضرت خلیفہ عبدالمالک قریشیؒ تھانہ قریشی مظفرگڑھ تھے۔ حضرت مسکین پوریؒ کی گائیں چراتے تھے، گائیں چرتی رہتیں اور خلیفہ صاحب ذکر میں مصروف رہتے۔ حضرت فضل علی قریشیؒ مسکین پوریؒ نے آپ کی تشکیل کنری میں کردی۔ اس دوران انہیں خانقاہ دین پور

شریف کے بانی حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ نے فرمایا کہ آپ قادری راشدی اذکار سیکھ لیں، تو خلیفہ صاحبؒ دین پور شریف تشریف لائے اور تین دن رہ کر واپس چلے گئے، پھر حضرت خلیفہ صاحبؒ انہیں خواب میں آئے اور فرمایا کہ میں نے آپ کو قادری اذکار سیکھنے کا کہا تھا تو حضرت قریشیؒ نے خواب میں کہا کہ میں اور میاں عبدالہادیؒ (حضرت دین پوری ثانیؒ) برابر ہیں تو حضرت دین پوریؒ نے فرمایا: ”آپ اور احمد علی تو برابر نہیں“ (حضرت شیخ التفسیر لاہوریؒ) خلیفہ صاحب حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں گئے اور قادری اذکار سیکھے، جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ خلیفہ صاحبؒ کی تشکیل ان کے مرشد نے کنری کی تو خلیفہ صاحب نقشبندی ذکر و مراقبہ کراتے تو مخالفین شور مچاتے، تو خلیفہ صاحب کو خیال آیا کہ حضرت دین پوریؒ نے قادری اذکار سیکھنے کا اس دن کے لئے فرمایا تھا تو آپ نے جہری ذکر شروع کرا دیا، تو جو مخالف آ کر شور کرتا، گر جاتا اور حلقۂ ارادت میں شامل ہو جاتا۔

قادیانیوں سے مناظرہ: آپ کی مجالس میں خواتین کے لئے بھی باپردہ انتظام ہوتا تو خواتین میں قادیانی مربی کی بیوی بھی آ گئی اور مجلس سے فارغ ہو کر گھر گئی تو اس نے اپنے شوہر کو کہا کہ تیرا میرا تو نکاح ہی نہیں۔ شوہر نے کہا: اتنے بچے بغیر نکاح کے جنے ہیں؟ تو خاتون نے کہا کہ میں ایک بزرگ کی مجلس سے ہو کر آئی ہوں، وہ سچے ہیں اور آپ لوگ جھوٹے ہیں، یہ کہہ کر وہ عورت اپنے میکے چلی گئی، تو قادیانی مربی نے اپنے ہیڈ آفس رپورٹ کی۔ قادیانی مرکز نے کہا کہ اسے مناظرے کا چیلنج دیا جائے، چنانچہ انہوں نے حضرت کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ اللہ پاک نے حضرت والا کو باطنی کمالات کے ساتھ ظاہری حسن سے بھی نوازا تھا۔ حسین و جمیل چہرہ مہرہ، جب آپ سعودی لباس، سر پر خود اور رومال پہنتے تو بھلے لگتے۔ جب حضرت والا مناظرہ کے مقام پر آئے تو قادیانی مناظرہ ”فبھت الذی کفر“ کے مصداق قادیانی تقاضا کے بہانے اسٹیشن پر گیا، اتفاق سے گاڑی آ گئی اور قادیانی مربی گاڑی پر سوار ہو کر یہ گیا، وہ گیا۔ مقامی قادیانی مناظر اسٹیشن پر اپنے مہمان مناظر کو دیکھنے گیا، معلوم ہوا کہ وہ نو دو گیارہ ہو گیا ہے تو مقامی مربی بھی دوڑ گیا۔ حضرت والا نے اصلاحی وعظ، ذکر و مراقبہ کرایا اور یوں اللہ پاک نے قادیانیوں کو رسوا اور مسلمانوں کو سرخرو فرمایا۔ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ کنری میں مجلس کا یونٹ کام کر رہا ہے۔ قریبی دور میں میاں عبدالواحدؒ ایک عرصہ تک مجلس کے امیر رہے۔ مبلغین میں مولانا عبدالرؤف، مولانا محمد طفیل ارشد، مولانا نذر عثمانی اور مولانا توصیف احمد کئی ایک علماء کرام عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے رہے۔ بخاری مسجد میں مولانا سعید احمد اور مولانا امان اللہ امامت و خطابت کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔

19 دسمبر 2022ء کو عشاء کے بعد راقم کا بیان ہوا اور مولانا مختار احمد نے بھی بیان کیا۔ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد قادیانی خاصی تعداد میں کنری میں آباد ہو گئے اور مستری برکت علیؒ اور دیگر حضرات نے بھی کنری کو مسکن بنا لیا، جب قادیانیوں کی سرگرمیاں بڑھنے لگیں تو مستری برکت علیؒ وغیرہ نے انتظامیہ کو جلسہ کی منظوری کے لئے درخواست دی یہ ظفر اللہ خان قادیانی کا دور تھا، جس کا انتظامیہ پر خاصا رعب اور دبدبہ تھا، تو انتظامیہ نے کنری شہر میں جلسہ کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا، بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ آپ کے علماء کرام بھی کنری میں نہیں آ سکتے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مولانا لال حسین اخترؒ کنری پہنچ گئے اور اپنے احباب سے فرمایا کہ ہم آپ کو ابتلاء و آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتے اور شہر سے دور اسٹیشن کے سامنے والے پلاٹ میں شامیانے اور لاؤڈ اسپیکر کا نظم کر لیا، جب مقامی مسلمانوں کو ان حضرات کی آمد کا علم ہوا تو مسلمان دھڑا دھڑ آنا شروع ہو گئے۔ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کتابیں سیٹ کر رہے تھے کہ ڈی ایس پی آ گیا اور آ کر کہا کہ یہ جلسہ کون کرا رہا ہے؟ کسی ساتھی نے مولانا جالندھریؒ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ بزرگ کرا رہے ہیں۔ ڈی ایس پی نے کہا کہ بابا جی کو بلاؤ تو وہ آدمی حضرت کے پاس آیا کہ آپ کو ڈی ایس پی صاحب بلا رہے ہیں، مولانا نے فرمایا کیوں؟ اور فرمایا: اسے کہیں کہ جلسہ میں خود کرا رہا ہوں اور یہ کہہ کر مولانا لال حسین اخترؒ جو اسٹیج پر قادیانیوں کی کتابیں سیٹ کر رہے تھے

دعائے صحت کی اپیل

راقم کے برادر محترم مولانا خادم اللہ مدظلہ کافی عرصہ سے بستر علالت پر ہیں، لیکن چند روز قبل ان پر فالج کا اٹیک ہوا اور ان کی طبیعت خاصی خراب ہو گئی۔ اللہ پاک انہیں معذوری و مجبوری سے محفوظ فرمائیں، بڑے بھائی عالم دین ہیں اور ریٹائرڈ ٹیچر ہیں۔ قارئین سے برادر محترم کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

انہیں ایک طرف کرکے تقریر شروع فرمادی اور فرمایا کہ پنجاب سے ایک وائرس آپ کے علاقہ میں آیا ہے اور ہم اس وائرس سے متعلق جراثیم کش ادویات لے کر آئے ہیں اور ڈیڑھ پونے دو گھنٹہ بیان فرمایا اور آخر میں مولانا لال حسین اخترؒ نے کتابوں کے حوالے دکھلا دکھلا کر بیان فرمایا۔ ڈی ایس پی اور دیگر پولیس افسران کھڑے سنتے رہے جب جلسہ ختم ہوا تو ڈی ایس پی نے کہا کہ موقع کی مناسبت سے بہت عمدہ گفتگو کی گئی اور ایسی گفتگو کی ضرورت بھی تھی اور اس تقریر کو سراہا۔

باندھی میں ختم نبوت کانفرنس: مدرسہ انوارالہدیٰ کا سنگ بنیاد تقریباً چالیس سال قبل خطیب پاکستان مولانا عبدالشکور دین پوریؒ نے رکھا اور مرشدالموحدین حضرت سائیں عبدالکریم قریشی پیر شریف کی سرپرستی اور مولانا عبدالرحیم مینگل کے اہتمام میں کام کر رہا ہے۔ اسی ادارہ کے زیر اہتمام کئی سالوں سے ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ امسال بھی 20/دسمبر کو ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت مولانا عبدالرحیم مینگل مدظلہ نے کی۔ کانفرنس سے مولانا غلام یاسین چنہ، مولانا اسداللہ بھٹ شاہ، مولانا ثناء اللہ مگسی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا تجمل حسین نواب شاہ نے خطاب کیا۔ علماء کرام نے اپنے سندھی، اردو بیانات میں قادیانیوں کے کفریہ عقائد، عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر بیانات فرمائے اور قادیانیوں کے بھرپور تعاقب کا عہد کیا اور سامعین سے لیا، باندھی ضلع نواب شاہ کا معروف قصبہ ہے اور اسی نام پر اسٹیشن بھی ہے۔ (مولانا عبدالعلیم مینگل)

پنوعاقل دفتر میں: باندھی سے سفر کرکے رات ڈیڑھ بجے پنو عاقل دفتر پہنچے۔ الحمدللہ! پنوعاقل میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ملکیتی دفتر ہے۔ دفتر کے لئے جگہ مولانا محمد حسن جتوئی نے تقریباً بارہ مرلے زمین وقف کی۔ مقامی مجلس کے احباب نے مولانا قاضی احسان احمد اور مولانا محمد حسین ناصر کی نگرانی اور حضرت سائیں عبدالصمد ہالے جی دامت برکاتہم کی سرپرستی میں دفتر کی تعمیر شروع کر دی۔ دفتر میں اوپر، نیچے 6 کمرے اور ایک کمرہ میٹنگ حال کے طور پر بنایا گیا اور کھلا صحن بھی موجود ہے۔ مقامی یونٹ کے امیر مولانا قاری عبدالقادر چاچڑ، ناظم جناب غلام شبیر شیخ، ناظم مالیات حافظ عبدالغفار شیخ ہیں، مولانا توصیف احمد جالندھری متحرک جماعتی کارکن ہیں، مقامی یونٹ متحرک و فعال یونٹ ہے۔ دفتر میں ہر ماہ درسِ ختم نبوت ہوتا ہے۔ ہر سال ختم نبوت کانفرنس بھی ہوتی ہے۔ مجلس کے بانی ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت الاستاذ مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، مولانا اللہ وسایا، مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری، حضرت خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمدؒ سمیت مرکزی راہنما تشریف لاتے رہے۔ موجودہ امیر مرکزیہ حضرت اقدس حافظ ناصرالدین خاکوانی دامت برکاتہم بھی تشریف لائے۔ ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری مدظلہ نے بارہا اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ 21/دسمبر 2022ء رات کا قیام راقم نے دفتر میں کیا، اگلے روز کئی ایک جماعتی رفقاء نے اپنی زیارت سے مشرف فرمایا۔ مولانا نذیر حسین الحسینی، مولانا جمال اللہ الحسینیؒ اسی علاقہ کے تھے اور قریب ہی آرام فرما ہیں۔ گیارہ بجے قبل از دوپہر شجاع آباد کے لئے روانگی ہوئی، الحمدللہ! سندھ کا جماعتی دورہ بھرپور رہا۔

شبیراحمد سعید کو صدمہ: شبیراحمد سعید جامع مسجد ہلال مین بازار جلال پور پیروالا ملتان کے بانیوں میں سے ہیں ان کا جواں سال بیٹا محمد بلال 35 سال کی عمر میں 13/دسمبر 2002ء کو وفات پا گیا۔ انہوں نے بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی پسماندگان چھوڑے، ان کی نماز جنازہ جلال پور پیروالا کے معروف عالم دین مولانا غلام محی الدین کی اقتدا میں ادا کی گئی، جس میں سینکڑوں مسلمانوں نے شرکت کی اور انہیں جلال پور پیروالا کے مرکزی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ مرحوم جامع مسجد بلال کے امام قاری نذیر احمد کے برادرزادہ تھے۔

عبدالرزاق کی وفات: عبدالرزاق مرحوم بھی قاری نذیر احمد کے ہم زلف تھے۔ ان کی عمر 50 سال سے زائد تھی۔ انہوں نے پسماندگان میں بیوہ دو بیٹے سوگوار چھوڑے، ان کی نماز جنازہ کی امامت جامعہ موسویہ جلال پور پیروالا کے مہتمم مولانا ابوبکر نقشبندی نے کی اور انہیں بھی جلال پور پیروالا کے مرکزی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ راقم نے 23/دسمبر کا جمعہ کا خطبہ جامع مسجد بلال مین بازار جلال پور پیروالا میں دیا، جس میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا خیر کی۔ حافظ قیصر احمد نے ہمارے مدرسہ تعلیم القرآن صدیقیہ صدیق آباد شجاع آباد میں حفظ کیا۔ ان کا جواں سال بھائی چندروز قبل فوت ہوا۔ 25/دسمبر کو مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ مولانا محمد صدیق، قاری محمد ہاشم کی معیت میں حاضری ہوئی اور موت اور ایصال ثواب کے عنوان پر خطاب کیا۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان میں ناظم مولانا فداء الرحمٰنؒ کی تعزیت اور دعائے مغفرت کے اجتماع سے راقم نے بیان کیا۔

بمقام
مدرسہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ
سالانہ 30واں
ختمِ نبوت کورس
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے
مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام
کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم از کم درجہ سادسہ یا بی اے پاس ہونا ضروری ہے ✱ شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا، جس کی قیمت تقریباً پانچ ہزار ہوگی ✱ کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو۔ ✱ موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے
بتاریخ
25 فروری 2023ء تا 19 مارچ 2023ء
زیر سرپرستی
پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی حفظہ اللہ
ولی کامل نقشبندی مجددی
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صاحب
درخواستوں کیلئے پتہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ
برائے رابطہ
مولانا عزیز الرحمٰن ثانی
0300-4304277
مولانا غلام رسول دین پوری
0300-6733670